شمارہ نمبر : ۷

امت مسلمہ کے حالات

عصری تقاضے

دعوت فکر

اسلامی افکار و نظریات پر مبنی ایک فکر انگیز مجموعہ

سہ ماہی

افکار

شعبۂ اصلاح

شعبۂ تحقیق

شعبۂ تنقید

موضوعات

ناشر:

تحریک نظام مصطفی

www.nizamemustafa.in

Book Name: AFKAR PART 7

Language: Urdu

Hijri Date: 27 Rabi ul Awwal 1443 H

English Date: 03 November 2021(Wednesday)

Publisher: Tehreek Nizam e Mustafa (India) or TNM Official

Any Query, contact us: 9675801762 & 9720315389

Read another books, visit: https://www.nizamemustafa.in/

Also follow us on: Facebook | Instagram | Youtube | Twitter

About Us:

All Praise is to Allah the Exalted! The revolutionary organization of Ahlus Sunnah wal Jama'ah "Tahreek Nizam e Mustafa" is constantly working for propagating the message of Ahlus Sunnah. And every work which it does is in the light of thoughts and views of Imam Ahmad Raza. It is an organization comprising of students from schools and colleges as well as seminaries (Madaris). The main aim of our organization is to preserve the beliefs of Ahlus Sunnah and the eradication of various ill practices in the society and regarding the same time and again various articles are published by us and along with it religious gatherings are organized. It is supplication to Allah the Exalted that he through the mediation of his Prophet (peace and blessings be upon him) blesses the members of this organization with true love of Islam and keeps them firm on the creed of Ahlus Sunnah wal Jama'ah and gives them success in their goals. Ameen.

TNM OFFICIAL

سہ ماہی

افکار

[شمارہ نمبر:۷]

اسلامی افکار و نظریات پر مبنی ایک فکر انگیز مجموعہ

• شعبۂ اصلاح • شعبۂ تحقیق • شعبۂ تنقید

ناشر:

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ

www.nizamemustafa.in

فہرست مضامین

❖ شعبۂ اصلاح

❖ شعبۂ تحقیق

❖ شعبۂ تنقید

پیش لفظ

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے

پھر کسی قوم کی شوکت پر زوال آتا ہے

امت مسلمہ کے موجودہ حالات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ حکومت ان کے پاس نہیں ،اقتدار ان کا ختم ہو چکا لیکن ایک چیز اس امت کے پاس باقی تھی جسے فکر کہتے ہیں جس فکر کو لے کر یہ امت محنت و مشقت کر کے اپنے دشمن کو خاک میں ملا سکتی تھی لیکن اب وہ فکر ہی اس قوم کے دلوں سے فنا ہوتی جا رہی ہے اور یہ قوم اغیار کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ چکی ہے سب کچھ ختم ہو چکا ہے پھر بھی ہمارے حالات کیا ہیں؟ وہی گناہوں میں لتھڑی زندگی جیتے جا رہے ہیں۔

ارے یہ تو وقت اللہ کی بارگاہ میں رو کر گڑ گڑا کر معافی مانگنے کا تھا کہ ہم اللہ تعالی سے عرض گزار ہوتے کہ اللہ ہمیں معاف فرمادے۔ ہمیں در گزر فرمادے۔ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ہم نے تیرے احکام کی پابندی نہیں کی اس لئے ہم پر یہ مصیبتیں آئی ہوئی ہیں۔ یہ تو وقت اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رجوع کرنے کا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اللہ سے دعا کرنے کا تھا لیکن ہم غفلت میں مبتلا ہیں ہم وہی کر رہے ہیں جو ہمارا نفس ہم سے کہہ رہا ہے۔

اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ امت مسلمہ کی فکر کو نئی تازگی دی جائے اور جو برائیاں اور نفرتیں ہماری قوم کے درمیان پنپ رہی ہیں اور بزدلی ہمارا اشعار بن چکی ہے ان سب کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے یہ تبھی ہو سکتا ہے جب معاشرے کا ہر فرد برائیوں کو مٹانے کے لئے جد و جہد کرے اور اس کو اپنا ایک اہم فرض سمجھ کر کام کرے پھر وہ دن دور نہیں جس دن ہم اپنے کھویا ہوا وقار واپس پالیں گے ضرورت ہے قوم کے فکر و عمل پر کام کرنے کی۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس میگزین کو پڑھنے تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اس سے سبق حاصل کر اپنی زندگی میں اسلام کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب اس کو پڑھنے والے اللہ کی توفیق سے ان تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

مدیر اعلی: محمد حسان رضا اعینی

إتيان الأرواح لديارهم بعد الرواح

مومنین کی روحیں اپنے گھروں میں آتی ہیں

از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۲۱ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلے میں کہ جس وقت روح انسان کی اپنے جسم سے پرواز کر جاتی ہے، بعد اس کے پھر بھی کبھی اپنے مکان پر آتی ہے یا نہیں؟ اور اس سے کچھ ثواب کی خواستگار خواہ قرآن مجید یا خیرات وغیرہ طعام ہو یا روپیہ پیسہ ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اگر روح اپنے مکان پر آتی ہے تو کس کس دن آیا کرتی ہے؟ اور اس سے منکر (یعنی روحوں کے آنے سے انکار کرنے والا) گنہگار ہے یا نہیں؟ اور اگر گنہگار ہے تو کس گناہ میں شامل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں:

مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز، تصدق از میت نفع می کند او را بے خلاف میان اہل علم و وارد شدہ است در آں احادیث صحیح خصوصا آب و بعضے از علماء گفتہ اند کہ نمی رسد بہ میت را مگر صدقہ ودعا ودر بعضے روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر می کند، کہ تصدق می کنند از دے یا نہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(اشعۃ اللمعات، باب زیارۃ القبور، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ج ا ص ۷۱۶)

میت کے دنیا سے رخصت ہونے کے سات روز بعد تک اس کی جانب سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ میت کی طرف سے صدقہ کرنا بہ اتفاق اہل علم، نفع بخش ہے۔اس سلسلے میں احادیث صحیحہ وارد ہیں، خصوصاً پانی، اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ میت کو صدقہ اور دعا کے سوا کچھ نہیں پہنچتا ہے ،اور بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح اپنے گھر میں جمعہ کی رات کو آکر دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہیں؟ واللہ اعلم،

شیخ الاسلام، **کشف الغطاء عما للموتی علی الاحیاء** فصل ہشتم میں فرماتے ہیں:

در غرائب و خزانہ نقل کردہ، کہ ارواح مؤمنین می آیند خانہاے خود را ہر شب جمعہ، و روز عید، و روز عاشورہ و شب برأت، پس ایستادہ می شوند بیرونِ خانہاے خود و ندامی کنند ہر یکے بہ آواز بلند اندوگیں۔ اے اہل و اولاد من، و نزدیکان من مہربانی کنید برما بصدقہ الخ۔(فصل احکام دعا و صدقہ، ص ۶۶)

غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی روحیں اپنے گھروں پر ہر جمعہ کی رات، عید کے دن ،عاشورے کے دن اور شب برأت کو آتی ہیں اور اپنے گھروں کے باہر غمگیں حالت میں کھڑی ہوتی ہیں اور ہر ایک کو بہ آواز بلند واندوہ ناک پکار کر کہتی ہیں اے میرے اہل واولاد! اور میرے قریبی رشتہ دارو! مجھ پر برائے مہربانی صدقہ کرو۔

اسی میں ہے:

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃاللہ علیہ، در شرح الصدور احادیث شتّٰی در اکثر ازیں اوقات آوردہ، اگرچہ اکثرے خالی از ضعف نیست۔(فصل احکام دعا وصدقہ، ص ٦٦)

اس عبارت میں اکثر کا لفظ صریح دلالت کررہاہے کہ بعض بالکل ضعف سے خالی ہیں،یعنی بعض ضعیف نہیں۔تو صاحب "مایۃ مسائل" کا مطلقاً اس کی طرف نسبت کرنا کہ "ایں روایات راضعیف ہم فرمودہ اند" کذب وافتراہے، یاجہل واجتراءاور استناد کار وایات صحیحہ مرفوعہ متصلۃالاستاد میں حصر اور صحاح کا صرف کتب ستہ پر قصر جیسا کہ صاحب مایۃ مسائل سے یہاں واقع ہوا جہل شدید وسفہ بعید ہے۔ حدیث حسن بھی بالاجماع حجت ہے۔ غیر عقائد احکام حلال وحرام میں حدیث ضعیف بھی بالاجماع حجت ہے۔ ہمارے آئمہ کرام حنفیہ وجمہور آئمہ کے نزدیک ہے۔ مرسل غیر متصل الاسناد بھی حجت ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول صحابی بھی حجت ہے کہ یہ سب مسائل ادنی طالب علم پر بھی روشن ہیں اور حدیث صحیح کا ان چھ کتابوں میں محصور نہ ہونا بھی علم

حدیث کے ابجد خوانوں پر بین و مبرہن ہے، طرفہ یہ کہ خود صاحب مایۃ مسائل نے اس کتاب اور اربعین میں اور بزرگان خاندان دہلی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تصانیف کثیرہ میں تو وہ وہ روایات غیر صحاح و رویات طبقہ رابعہ اور ان سے بھی نازل تر سے استناد کیا ہے، جیسا کہ ان کتب کے ادنی مطالعے سے واضح و مبین ہے۔

امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابو بکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہم سے موقوفا اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح متدرک اور ابو نعیم حلیہ میں بہ سند صحیح حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً راوی:

وھذا لفظ ابن المبارک: قال

ان الدنیا جنة الکافر و سجن المؤمن و انما مثل المؤمن حین تخرج نفسه کمثل رجل کان في سجن فاخرج منه فجعل یتقلب في الارض و یتفسح فیها۔

(کتاب الزھد لابن المبارک، باب فی طلب الحلال، حدیث ۵۹۷، ص ۲۱۱، بیروت)

یعنی بے شک دنیا کافر کے لئے بہشت اور مسلمان کے لئے قید خانہ ہے۔ جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قید خانے میں تھا، اب اس سے آزاد کر دیا گیا، پھر زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔

ابو بکر کی روایت یوں ہے:

فاذا مات المؤمن يخلى به بسرح حيث شاء

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزہد حدیث ۱۶۵۷، ۱۳/۳۵۵ ادارۃ القرآن کراچی)

جب مومن مرتا ہے تو اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہئے جائے۔

ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی، حضرت سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہما باہم ملے۔ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا؟ تو پوچھا، کیا زندے اور مردے بھی ملتے ہیں؟ تو جواب دیا:

نعم اما المؤمنون فان ارواحهم في الجنة و هي تذهب حيث شاءت

(شعب الایمان، باب التوکل والتسلیم، حدیث ۵۵، ۲/۲۲۱ بیروت)

یعنی، ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں، انہیں اختیار ہوتا ہے۔ جہاں چاہتی ہیں، جاتی ہیں۔

ابن المبارک کتاب الزہد اور ابو بکر ابی الدنیا و ابن مندہ سلمان رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی:

قال ان ارواح المؤمنين في برزخ من الارض تذهب حيث شاءت و نفس الكافر في سجين

(کتاب الزھد لابن مبارک، باب ماجاء في التوکل، حدیث ۴۲۹، ص ۱۴۴)

یعنی بے شک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں، جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں، اور کافروں کی روحیں سجین میں مقید ہیں۔

ابن ابی الدنیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے راوی:

قال بلغني ان ارواح المومنين مرسلة تذهب حيث شاءت

(شرح الصدور حوالہ ابن ابی الدنیا، باب مقر الارواح ص ۹۸)

یعنی مجھے حدیث پہنچی ہے، کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد ہیں، جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور (ص ۱۰۵) میں فرماتے ہیں:

راجح ابن البران ارواح الشهداء في الجنة و ارواح غيرهم على افنية القبور فتسرح حيث شاءت

امام ابو عمر ابن عبدالبر نے فرمایا: راجح یہ ہے کہ شہیدوں کی روحیں جنت میں ہیں، اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

ان الروح اذا انخلعت من هذا لهيكل و انفكت من القيود بألموت تجول الى حيث شاءت

(تیسیر شرح جامع صغیر، تحت حدیث ان روح المومنین الخ ج ا ص ۴۳۰، الریاض)

بے شک جس وقت روح قالب (بدن) سے جدا ہوتی ہے اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہو جاتی ہے تو پھر جہاں چاہتی ہے، جولاں (گردش) کرتی ہے۔

قاضی ثناءاللہ صاحب بھی "تذکرۃ الموتی" میں لکھتے ہیں:

ارواح ایشاں (یعنی اولیائے کرام قدست اسراہم) از زمین و آسماں و بہشت ہر جا کہ خواہند میر وند۔

(تذکرۃ الموتی والقبور، اردو ترجمہ مصباح النور، نوری کتب خانہ ۷۵، ۷۶)

یعنی، اولیائے کرام رحمۃاللہ علیہم کی روحیں، زمین آسمانوں اور بہشت سے جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں، یعنی آزاد پھرتی ہیں۔

خزانۃ الروایات میں ہے:

عن بعض العلماء المحققين ان الارواح يتخلص ليلة الجمعة و تنتشر فجاء وا الى مقابرهم ثم جاء وافي بيوتهم

یعنی بعض علمائے محققین سے روایت ہے کہ روحیں شب جمعہ چھٹی پاتی ہیں اور پھیلتی (پھرتی) ہیں۔پہلے وہ اپنی قبروں پر آتی ہیں، پھر اپنے گھروں میں آتی ہیں۔

دستورالقضاۃ مستند صاحب مائۃ مسائل میں فتاوی امام نسفی سے ہے:

إن ارواح المومنين يأتون في كل ليلة الجمعة و يوم الجمعة فيقومون بفناء بيوتهم ثم ينادي كل و احد منهم بصوت حزين يا اهلى و يا اولا دى و يا اقربا نى اعطفوا علينا بالصدقة و اذكرونا ولا تنسونا وارحمونا في الخ

یني، بے شک مومنوں کی روحیں ہر شب جمعہ اور جمعہ کے دن، اپنے گھروں میں آتی ہیں اور دروازے کے پاس کھڑی ہو کر درد ناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو! اے میرے بچو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقے سے مہر کرو۔ ہمیں یاد کرو اور ہمیں بھول نہ جاؤ۔ ہماری غربت میں ہم پر ترس کھاؤ اور رحم کرو۔

نیز خزانۃ الروایات مستند صاحب مائۃ مسائل میں ہے:

عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما اذا كان يوم عيد اويوم جمعة أو يوم عاشوراء او ليلة النصف من الشعبان تأتى ارواح الاموات و يقومون على ابواب بيوتهم فيقولون هل من احد يذ كرنا هل من احد يترحم علينا هل من احديذكر غربتنا الحديث

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، جب عید، یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا شب برأت ہوتی ہے، اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں "ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے، ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے! الحدیث۔

اسی طرح کنز العباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول۔ یہ مسئلہ کہ نہ عقائد کا ہے نہ فقہ کے احکام حلال و حرام کا۔ ایسی جگہ دو ایک سندیں بھی بس (کافی) ہوتی ہیں، نہ کہ اس قدر کثیر ووافر۔

امام جلال الملۃ والدین سیوطی مناہل الصفائی تخریج احادیث الشفاء زیر رثاء امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

لم اجده في شئ من كتب الاثر لكن صاحب اقتباس الانوار و ابن الحاج في مدخله ذكراه في ضمن حديث طويل و كفى بذلك سند المثله فانه ليس مما يتعلق بالأحكام

یعنی، میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی مگر صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے اپنی کتاب "مدخل" میں اسے ایک حدیث طویل میں بے سند ذکر کیا۔ ایسی حدیث کے لئے اتنی ہی سند کافی ہے، کہ وہ کچھ احکام سے متعلق نہیں۔

باقی رہا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا یہ قول کہ ارواح کا اپنے گھروں میں آنا یہ مسئلہ عقائد کا ہے، اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے۔ قطعیات کا اعتبار ہے، نہ کہ ظنیاتِ صحاح کا۔ یعنی اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بھی صحیح و صریح حدیثوں میں ہو کہ روحیں آتی ہیں تو وہ حدیثیں بھی ان کے

نزدیک مردود ہوں گی کہ ان روایات میں عمل نہیں بلکہ علم ہے، اور تسلیم بھی کر لئے تو فقط عمل ہے، نہ فضل عمل۔ براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں چار ورق سے زائد پر یہی اعجوبہ پھیلا ہوا ہے۔

اقول: اگرچہ ہر جملہ خبر میں جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو، اگرچہ اسے نفیا یا اثباتا کسی طرح عقائد میں دخل نہ ہو نا نافی یا مثبت کسی پر اس نفی واثبات کے سبب حکم ضلالت و گمراہی متحمل نہ ہو، سب باب عقائد میں داخل ٹھیرے جس میں احادیث بخاری و مسلم بھی جب تک متواتر نہ ہوں نا مقبول ٹھیریں، تو اولا سیر و مغازی و مناقب یہ علوم کے علوم سب گاؤ خورد و دریا برد ہو جائیں حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح در کنار، ضعاف بھی مقبول۔

سیرت انسان العیون میں ہے:

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح و السقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع و قد قال الامام احمد وغیرہ من الائمة اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا و اذا روینا فی الفضائل و نحوها تساهلنا

(انسان العیون، خطبۃ الکتاب مصطفی البابی مصر، ۱/۳، ۴)

یہ بات مخفی نہ رہے کہ سیرت کی کتابیں، صحیح، سقیم، بلاغ، مرسل، منقطع، معضل پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان میں موضوعات نہیں ہوتی ہیں۔ امام احمد وغیرہ آئمہ نے فرمایا کہ جب ہم حلال و حرام کی روایت کرتے ہیں تو سختی کرتے ہیں اور فضائل وغیرہ میں تسامح سے کام لیتے ہیں۔

اس مبحث کی تفصیل فقیر کی کتاب **منیر العین فی حکم تقبیل الابھا مین** میں ملاحظہ ہو۔ یہیں دیکھئے رثائے مذکورا میر المومنین کیا فضائل اعمال سے تھا۔ وہ بھی باب علم سے ہے جس میں خاتم الحفاظ نے بعض علماء کی بے سند حکایت بھی کافی بتائی۔ ثانیا: علم رجال بھی مردود ہو جائے کہ وہ بھی علم ہے، نہ عمل۔ و فضل عمل تو غیر قطعیات سب باطل و مہمل۔ ثالثا: دو تہائی سے زائد بخاری و مسلم کی حدیثیں محض باطل و مردود قرار پائیں۔ رابعاً: عقائد اعمال میں تفرقہ جس پر اجماع آئمہ ہے، ضائع جائے، کہ احکام حلال و حرام میں کیا اعتقاد حلت و حرمت نہیں لگا ہوا ہے، اور وہ عمل نہیں بلکہ علم ہے، تو کسی شے کے حلال یا حرام سمجھنے کے لئے بخاری و مسلم کی حدیثیں مردود، اور جب حلال و حرام کچھ نہ جانیں تو اسے کیوں کریں، اس سے کیوں بچیں۔ خامسا: بلکہ فضائل اعمال میں بھی احادیث صحیحین کا مردود ہونا لازم۔ حالانکہ ان میں ضعیف حدیثیں بھی خود مقبول مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس عمل میں یہ خوبی ہے۔ اس پر یہ ثواب، یہ جاننا خود عمل نہیں بلکہ علم ہے اور علم باب عقائد سے ہے اور عقائد میں صحاح ظنیات مردود۔ سادسا: اگلے صاحب نے تو اتنی مہربانی کی تھی، کہ حدیث صحیح مرفوع متصل السند مقبول رکھی تھی، انھوں نے بخاری و مسلم بھی مردود کر دیں۔ جب تک قطعیات نہ ہوں، کچھ نہ سنیں گے۔

ع قدمِ عشق پیشتر بہتر۔ سابعا: ختم الٰہی کا ثمرہ دیکھئے۔ اسی براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں فضیلت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا، تاکہ صحیحین بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی جو وسعت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دال ہیں، مردود ٹھہریں، اور وہیں وہیں اسی منہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو ایک محض بے اصل و بے سند حکایت سے سند لائے کہ شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں

"کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں"۔ حالانکہ حضرت شیخ قدس سرہ نے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضاً ذکر کر کے صاف فرما دیا تھا کہ:

این سخن اصلے نہ دارد و روایت بداں صحیح نشدہ است

یہ بات بے اصل ہے اور اس کی روایت پایۂ صحت تک نہیں پہنچی ہے۔ م

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ماننے کو تو جب تک حدیث قطعی نہ ہو بخاری ومسلم بھی مردود اور معاذ اللہ حضور کی تنقیص فضائل کے لئے بے اصل و بے سند، بے سروپا حکایت مقبول و محمود۔ اور پھر دعوائے ایمان وامانت ودین ودیانت بدستور موجود۔ انا للہ و انا الیہ راجعون کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار

بالجملہ یہ مسئلہ نہ باب عقائد سے ہے، نہ باب احکام حلال و حرام سے۔ اسے جتنا ماننا چاہئے اس کے لئے اتنی سندیں کافی ووافی۔ منکر اگر صرف انکار یقین کرے یعنی اس پر جزم ویقین نہیں تو ٹھیک ہے۔ اور عامہ مسائل سیر ومغازی واخبار وفضائل ایسے ہی ہوتے ہیں، اس کے باعث وہ مردود نہیں قرار پا سکتے۔ اور اگر دعوائے نفی کرے، یعنی کہے، مجھے معلوم وثابت ہے کہ روحیں نہیں آتیں، تو پھر وہ جھوٹا اور کذاب ہے۔ بالفرض اگر ان روایات سے قطع نظر بھی، تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے نہ ثبوت عدم اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم وستم۔ آنے کے بارے میں تو اتنی کتب اور علماء کی عبارات ہیں، مگر نفی وانکار کے لئے کون سی روایت ہے۔ کس حدیث میں آیا کہ روحوں کا آنا باطل وغلط ہے تو ادعائے بے دلیل محض باطل وذلیل۔ یہ کیسی ہٹ دھری ہے کہ طرف مقابل پر روایات موجود، صرف بر

بنائے ضعف مردود، اور اپنی طرف سے نہ روایت کا نام ونشان اور ادعائے نفی کا بلند نشان۔ روحوں کا اگر باب عقائد سے ہے تو نفیاواثباتاہر طرح اسی باب سے ہوگا اور دعوائے نفی کے لئے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی یا مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود اور دوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاحاجت دلیل مفقود۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ أجمعین امینہ واللہ تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ و اتم و احکم

کتبہ عبدہ المذنب **احمد رضا بریلوی** عفی عنہ

بمحمدن المصطفی صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

اصلی صوفی کون؟

از: محمد حسان رضا راعینی

دور حاضر میں بعض لوگوں نے تصوف اور صوفی جیسے مقدس الفاظ کو اس کے غلط استعمال کی وجہ سے مجروح کر دیا ہے۔ حالات یہ ہے کہ جس شخص کو بھی سفید قبا، اونچی کلاہ اور دراز گیسو سے آراستہ پایا اس کو صوفی کا لقب دے دیا جاتا ہے حالانکہ یہ چیزیں تصوف اور صوفیت کے لوازمات میں سے نہیں ہیں۔

یہ تو میں نے ایک اشارہ دیا ہے کہ آج کل لوگ صوفی کس کو گردان رہے ہیں۔ جو لوگ صوفیت کا لبادہ اوڑھ کر عوام کو گمراہ کر رہے ہیں اگر شرع کی روشنی میں ان کے کاموں کا جائزہ لیا جائے تو لوگ یہ برجستہ کہہ دیں گے یہ صوفی تو کیا صحیح معنوں میں مسلمان بھی نہیں ہیں۔

کیا آج نام نہاد صوفی اپنی محفلوں میں شریعت کا قولاً یا فعلاً مذاق نہیں اُڑا رہے؟ کیا آج غیر محارم عورتوں سے نام نہاد صوفی اپنی خدمات کے نام پر بے حیائی نہیں پھیلا رہے؟ کہتے ہیں ہم طریقت والے ہیں ارے جو شریعت کے شین سے واقف نہ ہو وہ طریقت تک پہنچا کیسے! کیا نماز کے وقت اپنے مریدوں کے ساتھ مزامیر پر رقص کرنے والے عملاً نماز کو ہلکا نہیں جان رہے؟ کیا ایسے نام نہاد صوفیوں کی نظریں مریدوں کے نذرانوں پر نہیں ہوتی؟ مریدوں کو اپنے قدموں میں سجدے کی مانند جھکا لینا اور ان سے اپنے تلوے چٹوانا یہ کیسی صوفیت ہے؟ صوفی وہی ہے جو اللہ کا بندہ بنائے اپنا بندہ نہ بنائے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کسی صاحب شریعت، نیک صالح انسان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جعلی صوفیوں سے بیعت کرنا آخرت میں خسارے کا سبب بن جائے۔

دستار کے ہر تار کی تحقیق ہے لازم

ہر صاحب دستار معزز نہیں ہوتا

آیئے جانتے ہیں کہ تصوف کیا ہے؟ اور صوفی کسے کہتے ہیں؟ ان شاءاللہ اصلی صوفی اور جعلی صوفی میں فرق واضح ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

قَدۡ أَفۡلَحَ مَن تَزَكَّىٰ

(سورۃالاعلیٰ:14)

بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا

تصوف کے ذریعے تزکیہ نفس کیا جاتا ہے اپنے اندر کی برائیاں کو ختم کرکے اپنے دل کو ستھرا کیا جاتا ہے ایسے شخص کو اللہ تبارک و تعالی نے کامیابی کا مژدہ سنایا اور وہی شخص صوفی کہلانے کے لائق ہے جو اپنے نفس کو پاک وصاف کرلے۔ مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس میں برائیاں نہیں ہونا چاہیے۔

مفتی اعظم ہند نے اس تناظر میں فرمایا تھا:

حب سنم دنیا سے پاک کر اپنا دل

تصوف کی وجہ تسمیہ:

1۔ تصوف صفا سے مشتق ہے۔ صفا کے معنی تصفیہ کے ہیں، یعنی قلب کی صفائی، روحانی اعتبار سے قلب کو کدورت وغیرہ سے پاک کرنا۔ تو جو لوگ اس میں مصروف رہتے ہیں انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔

2۔ تصوف صفوۃ سے مشتق ہے۔ جس کا معنی صفات کے ساتھ متصف ہونا ہے، یعنی انسان کا کمالات سے متصف ہونا تو اس واسطے اس کردار کو تصوف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بعض حضرات اس کی نسبت اصحاب صفہ کی طرف کرتے ہیں۔

(مأخذ: الصوفية و التصوف)

تصوف کی تعریف:

التصوف علم يعرف به أحوال النفس محمودها ومذمومه، وكيفية تطهيرها من المذموم منها، وتحليتها بالاتصاف بمحمودها، وكيفية السلوك والسير إلى الله تعالى۔

(تنوير القلوب فی معاملة علام الغيوب)

تصوف وہ علم ہے کہ جس کی وجہ سے نفس کے حالات کو پہچانا جاتا ہے کہ اس کی حالت محمود ہے یا مذموم۔ پھر مذموم حالت کو پاک کرنے کی کیفیت کیا ہے؟ اس کا جاننا۔ پھر اس نفس کو اچھی صفت کے

ساتھ متصف کیسے کرنا ہے؟اس کی پہچان۔ پھر نفس کو صاف کرنے کے بعد اللہ تعالی کی طرف سفر کیسے کیا جاسکتا ہے؟اس طریقہ کو پہچاننا۔اس مجموعی کردار کو تصوف کہتے ہیں۔

لفظ تصوف دوسری صدی ہجری میں متعارف ہوا تصوف کے نصاب میں مجموعی طور پر تین چیزیں ہیں:

اوله علم و اوسطه عمل و آخره موهبة

(معراج التشوف الى حقائق التصوف)

یعنی پہلے علم ہے دوسرے نمبر پر اس پر عمل ہے اور تیسرے نمبر پر اس عمل پر مرتب ہونے والا اللہ کا فضل ہے۔

امام مالک نے علم دین اور تصوف کے تعلق سے ایک بہت بہترین بات ارشاد فرمائی ہے۔فرماتے ہیں:

من تصوف و لم يتفقه فقد تزندق، ومن تفقه و لم يتصوف فقد تفسق ، ومن جمع بينهما فقد تحقق۔ (ایقاظ الهمم)

جو صوفی تو بنے اور علم دین حاصل نہ کرے تو ہو سکتا ہے وہ زندیق بن جائے اسی طرح جو علم دین تو پڑے مگر تصوف کی طرف مائل نہ ہو تو ہو سکتا ہے وہ فاسق بن جائے اور جو دونوں کو جمع کرے تو وہ حقیقت کو پالیتا ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں:

مخلوق کے لیے اللہ کی طرف جانے والے سارے راستے بند ہیں صرف اس کے لئے کھلتے ہیں جو سنت نبوی کی پیروی کرتا ہے۔

(مدارج السالکین)

جو یہ چاہے کہ سنت کو چھوڑ کر صوفی یا ولی بن جائے خدارسیدہ بن جائے تو حضرت جنید بغدادی جو کہ صوفیوں کے سالار ہیں فرماتے ہیں اس کو کبھی راستہ نہیں ملے گا بھٹکتا پھرے گا۔

اور یہاں حال یہ ہے کہ چہرے سنت نبوی کے نور سے خالی ہیں اور کہلاتے ہیں صوفی۔ خرافات و بدعات کے داعی ہے اور کہلاتے ہیں صوفی،۔ نمازوں پر نمازیں ترک ہو رہی ہیں اور کہلاتے ہیں صوفی۔

حضرت ابو حفص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جو شخص روزانہ اپنے معمولات کو قرآن و سنت کے ساتھ وزن نہیں کرتا یعنی اپنے معمولات قرآن و سنت پر پیش نہیں کرتا تو اس کا نام ولیوں کے رجسٹر میں لکھا ہی نہیں جاتا۔

(مدارج السالکین)

اس لئے ولی یا صوفی وہی ہے جو اپنے اعمال و احوال کو قرآن و سنت کے سامنے رکھ کے چیک کرتا ہے کہ کیا واقعی قرآن و سنت نے میرے ان کاموں کی تائید کی ہے یا نہیں؟

صوفی کے لئے جو چیزیں لازم ہیں اس کو حضرت سری سقطی رحمۃاللہ علیہ نے بڑے احسن انداز میں بیان فرمایاہے۔فرماتے ہیں:

صوفی کے لیے تین چیزیں بہت ضروری ہے:

- اس کی معرفت کانوراس کی پرہیز گاری کے نور کوبجھانہ سکے۔

(یعنی معرفت آئے اورپرہیزگاری چلی جائے توصوفی نہیں۔)

- وہ کوئی ایسی باطنی باتیں نہ چھیڑے، جس کو ظاہر قرآن رد کررہاہو۔

(اگراسے کوئی مخفی اسرار نظر آرہے ہیں تواسے قرآن مجید پرپیش کرے اگر قرآن کریم ان کی حمایت کرے تواس کوبیان کردے ورنہ اس کوترک کردے)

- اس کی کرامات اللہ کی حرام کردہ چیزوں کے پردوں کو پھاڑنا شروع نہ کردیں۔اگران تمام چیزوں کی پابندی کرسکے گاتوصوفی کہلائے گا

(مدارج السالکین)

حضرت بایزید بسطامی اپنے دوستوں میں یہ فرمانے لگے:

اگر کسی شخص کو تم دیکھو کہ اس کو اتنی کرامات دی گئی ہیں کہ وہ ہوامیں اڑرہاہے۔اس سے ہی اس کے فریب میں نہ آجاؤ یہاں تک کہ تم یہ نہ دیکھ لو کہ اس کا معاملہ اللہ کے امر و نہی کے ساتھ کیاہے؟۔(یعنی اللہ نے جو کرنے کااس کو حکم دیاگیاوہ اس پر عمل کرتاہے اور جن چیزوں سے اسے منع کیاان سے باز

رہتا ہے؟) اور اس کی شریعت کی پابندی اور حدود اللہ کی حفاظت پر نظر کرو۔ جب یہ تمام خوبیاں پائی جائیں تو یہی اصلی صوفی ہے۔

آجکل ایک چیز اور سامنے آرہی ہے وہ یہ کہ بعض صوفی حضرات کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آکر روحانیت حاصل کروا گرچہ تمہارا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ ان کے پاس یہودی ہو کہ عیسائی ہو خواہ ہندو ہو سب کا آنا جانا ہے۔

یہ کیسی روحانیت ہے کہ بغیر اسلام کے آجائے؟ روحانیت کوئی معجون ہے کہ کوئی کسی مسلک سے بھی آجائے آپ اسے دے دیں گے۔ اگر کوئی کہے کہ میں ایسا صوفی ہوں کہ نہ میں مسلک کا اظہار کرتا ہوں اور نہ میرا تعلق کس مسلک سے ہے، میں سب کا ہوں، میں سب فرقوں کو ایک نظر سے دیکھتا ہوں۔ تو ایسے صوفی کی روحانیت اور اس کے تصوف کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ شریعت اسلامی کا ایسے تصوف سے کوئی تعلق نہیں ایسے لوگوں کو مجدد الف ثانی کے اس مکتوب سے سبق لینا چاہیے۔

آپ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

فرمانے لگے اگر میرے مرید، میرے ماننے والے دوسرے لوگ ہر کمال میرا بیان کردیں، میرے مواجید، میری حالتیں، میری کیفیتیں، میری کرامتیں بیان کریں مگر مجھ کو سنی نہ کہیں تو انہوں نے میری خرابیوں کے علاوہ کچھ بیان نہیں کیا۔ اور اگر تمام خرابیاں میرے اوپر جمع کرکے مجھ کو سنی کہیں تو میں سمجھوں گا کہ کوئی میرا نقصان نہیں ہوا ہے۔

مذکورہ واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ صوفی کے لئے سنی ہونا پہلی شرط ہے۔ اگر وہ اہل سنت و جماعت کے مسلک کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے تو آگے کے مراحل طے کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔

نتیجہ کلام یہ ہے کہ اصلی و جعلی صوفی کو پرکھنا ہے تو اسے قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں پرکھو۔ اور جو لوازمات کس صوفی کے لئے اوپر ذکر کیے گئے ہیں اس کے اندر تلاش کرو۔ اگر کوئی اس کا حامل ملے تو یقیناً وہ اصلی صوفی ہے۔ اور اگر اس کا حامل نہ پاؤ صرف وہ دعوی صوفیت کرتا ہو اگرچہ ظاہری صورت صوفیوں جیسی ہی کیوں نہ ہو وہ صوفی نہیں ہو سکتا۔ وہ عوام کے لیے بھیڑیے کی مانند ہے اور اصلی صوفیوں کے نزدیک وہ مکھی کی مانند ہے۔ اس سے خود بھی بچو اور لوگوں کو بھی بچاؤ تاکہ لوگوں کی دنیا و آخرت برباد نہ ہو۔ اللہ ہمیں صحیح و غلط میں تمیز کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

معاشرہ میں بڑھتی بے راہ روی: ایک لمحۂ فکریہ

از : محمد فیضان رضا علیمی

خالقِ کائنات نے اس خاک دانِ گیتی پر بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا اور ہر ایک کی پیدائش کا کوئی نہ کوئی مقصد رکھا ہے نیز اس کے جینے کے طور طریقوں کو بھی اس کے رہن سہن کے اعتبار سے طے کیا ہے۔ اب اگر کوئی مخلوق اپنی مقصدِ تخلیق سے ہٹ کر کوئی امرِ بد انجام دینے لگے تو اس کو بے راہ روی کا شکار سمجھا جائے گا۔ اور یہ کہا جائے کا یہ اپنے مقصد سے ہٹ چکی ہے۔ مثلاً سورج کا کام دن میں روشنی دینا ہے اور چاند کا رات میں چاندنی دینا۔ تو بالفرض اگر سورج اپنا کام رات میں کرنے لگے اور چاند دن میں تو دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی۔ اسی طرح آفتاب روزانہ پورب سے نکلتا اور پچھم میں ڈوبتا ہے اور چاند مغرب سے نکلتا اور مشرق میں ڈوبتا ہے لیکن یہی اگر اپنے نکلنے کی جگہ کو پلٹ دے تو قیامت برپا ہو جائے گی۔ یوں ہی اللہ، خالقِ ارض و سما کی تخلیقات میں سے اشرف المخلوقات کی حیثیت رکھنے والے انسان کی تخلیق کا بھی خاص مقصد ہے اور اس کے بھی اصول و ضوابط اور قوانین ہیں جس کو مالکِ حقیقی اور اس کے پیارے حبیب جل مجدہ و صلی اللہ علیہ وسلم نے اجاگر کر دیا ہے۔ اب اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اپنی مقصدِ تخلیق سے الگ ہٹنے والا شمار کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ وہ بے راہ روی کا شکار ہو چکا ہے۔ ذیل کے سطروں میں انسانی معاشرے کی بڑھتی ہوئی بے راہ روی کا جائزہ لیا جائے گا اور

اس کے اسباب و علل پر غور کر کے اس کے سدِّ باب کے لیے ایک بہترین لائحہ عمل تیار کیا جائے گا۔

"وما توفیقی الا باللہ"

حیا کا فقدان اور اس کے اسباب و علل:

معاشرتی امور پر نگاہ رکھنے والے یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس وقت ہمارا معاشرہ کتنی تیزی سے بے راہ روی کی طرف گامزن ہو رہا ہے جس کی بنیادی وجہ ہماری نوجوان نسل سے حیا کے تصور کا ختم ہونا ہے۔ کسی معاشرہ کو پستی کے نچلے حصہ پر دیکھنا ہو تو اس کے اندر سے حیا جیسی پاکیزہ شئے کو نکال دیجیے پھر دیکھیے اس قوم کا حال کیا ہوتا ہے اور آج ہمارے ساتھ بھی یہی کیا جا رہا ہے۔ اسلام مخالف طاقتیں ہمارے نوجوانوں کو حیا جیسی مقدس چیز کا غلط مطلب بتا رہی ہیں۔

ہماری نوجوان نسل کو حیا کا مطلب یہ سمجھایا جاتا ہے کہ نظروں میں حیا ہونی چاہیے، حیا نگاہوں سے ہوتی ہے اس کی حفاظت کرو وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح انہیں حیا کے صحیح مفہوم سے غافل رکھا جاتا ہے؛ اس طرح کی باتیں بتا کر انہیں مکمل آزادی کا پروانہ پکڑا دیا جا رہا ہے کہ اب وہ جو چاہے کریں، اور جو چاہے سوچیں یا سمجھیں۔ صرف نظروں میں حیا ہونی چاہیے۔ جبکہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ جہاں حیا نہیں ہوتی وہاں ایمان کا نصف حصہ نہیں ہوتا، حضور نبی کریم ﷺ نے حیا کو نصفِ ایمان بتایا اور آج لوگ صرف نظروں میں حیا کو منحصر کر دیے ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ اس کی آڑ میں نوجوان طبقہ ایسی ایسی رزیل حرکت کر جاتا ہے کہ جس کا تصور بھی نہیں ہوتا۔

حیاتو ایسا وصف ہے کہ جتنا زیادہ ہو خیر ہی بڑھاتا ہے۔ بلاشبہ، نورِ ایمان جتنا زیادہ ہو گا شرم و حیا بھی اسی قدر پروان چڑھے گی۔ آقا کریم ﷺ نے فرمایا: **حیا ایمان سے ہے۔**

(مسند ابی یعلی، جلد ۶، صفحہ ۲۹۱، حدیث ۷۴۶۳)

وہ لوگ جو مخلوط محفلوں (جہاں مرد و عورت میں بے پردگی ہوتی ہو)، مکمل بدن نہ ڈھانپنے والے لباس، روشن خیالی اور مادر پدر آزادی کو جدت و ترقی کا زینہ سمجھ کر انہیں فروغ دیتے ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ ان میں نورِ ایمان کتنا کم ہو گیا ہے؟ والعیاذ باللہ تعالی!

بے حیائی اور بے پردگی اس قدر عام ہو گئی ہے کہ حیا والے شخص کو عیب دار، دقیانوسی خیالات کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر ہماری عورتیں اور بچیاں حیا کرتی ہیں تو اس کو دادی اماں، بڑھیاں، استانی جی، اور پرانے خیال کی عورتیں کہا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ اگر کسی پروفیشنل پروگرامز میں باپردہ چلی جائے تو خود عورتیں ان کو تحقیر و تذلیل کی نظر سے دیکھتی ہیں اور حوصلہ شکن جملوں سے پکارتی ہے۔

اس کے اسباب و علل پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو معاشرے میں بے حیائی عام کرنے کا سب سے بڑا سبب سوشل میڈیا پر دکھائے جانے والے ڈرامے اور اشتہارات ہیں جن کے ذریعے غلط باتوں کو اس طرح پیش کیا جا رہا ہے کہ وہ صحیح معلوم ہوتی ہیں۔ ابھی حالیہ دنوں میں ارطغرل غازی نامی ڈرامہ اور سیریل تو اس میں اور بڑا کردار نبھا گیا ہے۔ یہ ڈرامے باز لوگ اس طرح سے بے پردگی کو پیش کرتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا اسلام کے سچے داعی اور مبلغ یہی ہیں۔ جبکہ پڑوسی ملک کی سیریلز کا بھی اس میں کلیدی کردار ہے۔

بے حیائی اور بے پردگی کا دوسرا سبب موجودہ اسکول اور کالجز ہیں کہ یہ اب مغربی تہذیب و ثقافت کے پیروکار ہو گئے ہیں اور اپنے آپ کو اسی کلچر میں ڈھالنا باعث فخر سمجھنے لگے ہیں یہاں چاہے جتنا اعلی خاندان اور قبیلے کی بچیاں پڑھنے جاتی ہیں دو چار مہینے نہیں ہوتے کہ اس کے سر سے ڈوپٹا اتر جاتا ہے۔ دوپٹا جو کل تک اس کی عزت کا سامان تھا آج وہی اس کو خراب لگنے لگتا ہے۔ لڑکے لڑکیوں کا اختلاط اعلی تہذیب یافتہ ہونے کا سبب لگنے لگتا ہے۔ ابھی حالیہ دنوں میں جھارکھنڈ کے ایک کالج میں ایک لڑکی بُرقہ لگا کر اپنا سرٹیفکٹ اور انعام لینے گئی تو اسے اس لیے روک دیا گیا کہ تم نقاب میں آئی ہو پہلے اسے اتارو اس کے بعد ملے گا لیکن سلام ہو اس بچی پر کہ اس نے خالی ہاتھ واپس تو آنا تو گوارہ کیا لیکن اپنے پردہ کو بے نقاب نہیں کیا۔

اس کا تیسرا سبب ہمارے معاشرہ کی شادی ہے اس میں آئے دن ایسے ایسے غلط اور اسلام مخالف رسوم ادا کیے جارہے ہیں جس کو دیکھ اور سن کر بڑا قلق ہوتا ہے۔ کبھی گیت کے نام پر، کبھی ہلدی کے نام پر، تو کبھی مہندی کے نام پر جوان لڑکیاں یکجا ہوتی ہیں اور بغیر کسی پاس لحاظ کے خوب مست ہو کر سارے رسوم ادا کرتی ہیں جبکہ اکثر لڑکے کے لیے غیر محرم ہوتی ہیں۔ اب تو اس میں اس قدر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جاتا ہے جیسے یہ غلط ہے ہی نہیں اور اگر کوئی بچنا بھی چاہتی ہے تو زبردستی اس کو اس میں ملوث کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ایسی تقریب میں دوسرے نوجوان لڑکے بغیر کسی روک ٹوک کے شامل ہوتے ہیں۔

ایسی خاتون جو فیشن اور ترقی کے نام پر بے پردہ گھومتی ہے اس کے متعلق کیا خوب صورت پیغام دیا ہے محترم تسلیم رضا صاحب نے اپنے تسلیمات پروگرام سے: ''کسی خاتون کے باحجاب ہونے کا مطلب یہ نہیں کے اس کو بہترین لباس زیب تن کرنا اور سجنا سنورنا، آرائش کرنا نہیں آتا بلکہ وہ جانتی ہے کہ کیا پہننا ہے، کہاں پہننا ہے، اور کس کے لیے پہننا ہے۔''

ان کے ایک ایک جملے ہماری بچیوں اور عورتوں کو دعوت غور و فکر دے رہے ہیں اور اپنے حال زار پر سوچنے سمجھنے کی ترغیب بھی۔

زنا بالجبر اور زنا بالرضا کا بڑھتا چلن:

اس معاشرہ میں اب زنا کی یہ دونوں قسمیں عام ہو گئی ہے اور اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو زنا بالجبر کے مقابلے میں زنا بالرضا کا چلن زیادہ عام ہو رہا ہے۔ اس میں زیادہ تر شادی شدہ مرد و خاتون مبتلا پائے جاتے ہیں۔ اس دور پر فتن میں ایک سب سے بڑی وجہ زنا بالرضا کی یہ ہے کہ مرد چار چار پانچ پانچ سال اپنی بیوی کو چھوڑ کر عرب ممالک میں کسب معاش کرتا رہتا ہے اور یہاں عورت ایک دوسرے لڑکے کے ساتھ ہر روز بدکاری میں مبتلا رہتی ہے۔ اس کا ایک آسان طریقہ اب یہ اپنایا جارہا ہے کہ لڑکی اپنے گھر سے تنہا بازار کرنے کے نام پر نکلتی ہے اور اپنے عاشق کو بلوا کر بھاڑے والا کمرہ لے کر اپنی ہوس کی پیاس مٹاتی ہے یہاں تک دیکھا اور سنا گیا ہے کہ جس گھر میں کوئی مرد نہیں ہوتا اس گھر کی فحاش عورت غیر محرم مردوں کو بلا کر رات رات بھر گزارتی ہے اور خوب مگن رہتی ہے۔ جبکہ اس معاملے میں شادہ شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں برابر کی شریک ہے۔

زنا بالرضا کا چلن اس طور پر بھی عام ہو رہا ہے کہ اب اسکول کالج میں لڑکیاں اپنے گھر سے کوسوں دور عصری تعلیم حاصل کرنے کے لیے جاتی اور وہاں کسی لڑکے سے پہلے دوستانہ تعلقات قائم کرتی ہیں پھر اس کے جھانسے میں آکر اس کے ساتھ اپنی خوشی سے امرِ بد کو انجام دیتی ہیں البتہ اس میں ابھی بھی متوسط کا معاملہ ہے۔

اگر زنا بالرضا کے معاملہ میں ہم لڑکوں کی بات کریں وہ بھی برابر کے شریک ہیں کہ ایسا نہیں کہ صرف لڑکی اس کے کرنے پر راضی ہوتی اور لڑکا مجبور بلکہ یہ بھی اتنا ہی خوش ہوتا ہے اور برابر کا شریک بھی ہے۔

زنا بالجبر کی بات کی جائے تو اس میں معاشرہ کے بیہودہ اور کمینے قسم کے لڑکے اور لڑکیاں زیادہ ملوث دیکھنے کو ملتے ہیں۔ زنا بالجبر زیادہ تر غیر مذہب کے لڑکے مسلم لڑکیوں سے کرتے ہیں۔

شرعی طور پر اگر ہم دونوں قسموں کی بات کریں تو دونوں میں بڑی تفریق ملتی ہے۔

زنا بالرضا کے متعلق یہ حکم ہے کہ دونوں اگر کنوارے ہوں تو حد قائم کی جائے گی اور اگر شادی شدہ ہیں تو سنگسار کیا جائے گا۔ اور اگر زنا بالجبر کا صدور ہو رہا ہے تو اس میں دیکھا جائے گا جابر کون ہے اور مجبور کون، جابر پر حد و سنگسار حسب مراتب لاحق ہوں گے اور مجبور معاف کیا جائے گا۔ تفصیلی معلومات کے لیے کتبِ فقہ کی طرف مراجعت کریں۔

نافرمانیِ والدین کی کثرت:

والدین کی عظمت و رفعت اور ان کی بلندیِ مراتب کا قصیدہ قرآن گاتا ہے اور مسلم امہ کو اس کا درس دیتا ہے کہ اپنے والدین کی عزت و عظمت کرو، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، ان کا کہا مانو، ان کو اف تک نہ کہو وغیرہ وغیرہ۔ اسلامی تعلیمات تو یہاں تک ہے کہ اپنے والدین کے دوستوں کے ساتھ بھی بہتر سلوک کرو لیکن مرورِ زمانہ نے ہمیں ایسا دن دکھایا کہ آنکھیں اشک بار اور دل مضطرب ہوتا جارہا ہے۔ والدین کی قدر و منزلت کی جیسی تعلیم مذہب اسلام میں ہے اور کسی مذہب و دھرم میں نہیں اس کے باوجود معاشرہ میں ان کی بے توقیری کے معاملات بڑھتے جارہے ہیں آئے دن دیکھنے سننے میں آتا ہے کہ آج اس کے بیٹے نے اپنے باپ کو مارا پیٹا ہے تو کل اس کے، حال یہاں تک ہوگیا ہے کہ اسی باپ کے بنائے ہوئے گھر میں رہنے والا بیٹا اپنے مگن ہو کر کھاتا پیتا اور ماں باپ بھوکے سوتے ہیں۔ میں نے کچھ ایسے ناہنجار کو یہاں تک کہتے ہوئے سنا ہے کہ تم نے مجھے پیدا ہی کیوں کیا ہے۔ اور گالی تو ایسی کہ دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ "العیاذ باللہ"!

اس کے اسباب و علل کو اگر تلاش کیا جائے تو دو چند باتیں بڑی معلوم ہوتی ہے ایک تو یہ کہ اس نے اپنے بچو کو دین اور تعلیمِ دین سے بالکل دور رکھا اور دنیاوی تعلیم بھی وہ نہیں دے سکا جو دینا چاہیے جب اس نے کبھی ماں باپ کی قدر و منزلت کے بارے میں کچھ پڑھا ہی نہیں تو کیا جانے کہ ان کو کیسے رکھا جائے۔ ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ دوسری وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اس ترقی یافتہ دور میں لوگ اپنے باپ اور ماں کو اپنے کلچر میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ بے چارے اپنی

پرانی ریت رواج کو اپنائے رہتے جس سے اس کے بچوں کو سمجھ میں آتا ہے کہ میری عزت میرے والدین کی وجہ سے گھٹ رہی ہے لہذا وہ ان کو اپنے سے دور رکھنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ بے توقیری کی ایک وجہ اور معلوم ہوتی ہے ساس بہو کا جھگڑا جس میں میری معلومات کے اعتبار سے دونوں برابر کی شریک ہیں لیکن بیٹا اپنی بیوی کی سن کر ماں باپ کو الگ کر دیتا ہے یہ ایک افسوس ناک امر ہے۔

سدباب کے لیے چند تجاویز:

☆ معاشرہ میں بڑھتی بے راہ روی کے روک تھام کے لیے پوری امت مسلمہ کو اسلامی تعلیمات کو فروغ دینا ہو گا۔ اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا ہے۔

☆ حیا جیسی پاکیزہ شئے کا صحیح مفہوم امت کے نوجوانوں کو بتانا ہو گا اس کے لیے ہمارے علما اور طلبہ اپنے اپنے حلقۂ احباب میں کوشش کریں۔

☆ زنا جیسی ناسور بیماری اور انسانیت سوز جرائم سے بچنے کے لیے اس پر نازل ہونے والی وعیدیں اور معاشرتی خرابیوں کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کرنا ہو گا۔ اور ایک کامل اور بہتر معاشرہ بنانے کے لیے چند باہمت اور نیک انسان کو میدان میں آنا ہو گا۔ جس گھر اور جو فرد ایسی حرکت میں ملوث ملے اس سے قطع تعلق اور دوری پورا سماج کرے۔

☆والدین کی نافرمانی کے واردات میں آئے دن اضافہ ہورہاہے اس لیے ہر والدین کو سوچنا ہوگا کہ ان سے کمی کہاں رہ گئی ہے اور جن کے بچے ابھی چھوٹے ہیں وہ دینی تعلیم لازماً دلوائیں اور اپنے گھر میں دینی ماحول پیدا کریں۔ساتھ ہی اپنے والدین کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کریں کہ بچے جو دیکھتے ہیں وہ زیادہ سیکھتے ہیں۔اور آپ جیسا کروگے بچے ویسا ہی تاثر بھی لیں گے۔جیسا کہ ایک مشہور مقولہ ہے " جیسی کرنی ویسی بھرنی "

☆والدین کو چاہیے کہ اپنے بچے اور بچی کو خود سکول چھوڑدیا کریں اور خود لائیں۔ایسے حالات میں جب کہ بچے بچیوں کے ساتھ بڑی درندگی کا سلوک کیا جارہاہے، مسخ شدہ لاشیں مل رہی ہیں۔جرائم پیشہ افراد کے اندر سے قانون کے محاسبہ کا خوف ختم ہوگیاہے اور ساتھ ہی بچے اور بچیوں کی بے راہ روی اور غلط جانب بڑھتے قدم میں روز بروز اضافہ ہورہاہے ایسے میں اسکول کالج خود سے چھوڑنا اور لانا ایک بڑے خطرے سے محفوظ کرناہے اس لیے اس میں پہل کرنا چاہیے۔

☆ہمارے معاشرے کے بااثر افراد کو چاہیے کہ معراج انسانیت کے تحت کوئی اجنبی جو کسی بچے/بچی کو کسی ویران علاقے یا خالی گھر کی طرف لے جاتے ہوئے دیکھے تو اپنی جرأت اور قوت ایمانی کا ثبوت دیں اور پوچھیں کہ تم کون ہو؟اس بچے یا بچی سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟۔کہاں لے جارہے ہو؟۔یاد رکھیں آپ کے اس قدم سے بہت سارے بچے/بچی کی جان اور عزت وعفت بچ جائے گی۔

☆انٹرنیٹ اور موبائل فون کے غلط استعمال نے نہ صرف نئی نسل کے اخلاقیات برباد کیے ہیں بلکہ نوجوانوں کو جرائم کی طرف بھی راغب کیاہے۔یہاں تک کہ بعض اوقات تعلیم یافتہ اور خوش حال

گھرانوں سے تعلق رکھنے والے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایسی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں جس کا تصور بھی رونگٹے کھڑے کر دینے کے لیے کافی ہوتا ہے اس لیے والدین اور گارجین شپ نبھانے والے افراد کو چاہیے اپنے بچوں اور بچیوں کے موبائل پر گہری نظر رکھے اور گاہے بگاہے ان کے موبائل کو چیک کرتے رہیں۔اس کے لیے آپ کو پہلے ایسا ماحول بنانا ہوگا پھر ان کو باخبر کرنا ہوگا کہ ان کا موبائل گھر کا کوئی بھی فرد کبھی کبھی چیک کر سکتا ہے۔اس سے بہت حد تک وہ بدکاری اور برائی جو موبائل کی پیدا شدہ ہے اس پر کنٹرول ہو سکتا ہے۔

اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمارے معاشرہ کی بے راہ روی کو دور نفور کرے اور اس کے لیے ہم نے جو تجاویز پیش کی ہیں اس پر عمل کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیہ و الثناء

اتحاد کتنی بڑی طاقت ہے؟

از: شمس طبریز خاکیؔ بلگرامی

اتحاد واتفاق فولادی قوت وطاقت ہے۔ماضی کی کوئی بھی تاریخ اٹھاکر دیکھ لی جائے تو جس کام میں بھی اتحاد واتفاق رہاہے۔اس میں فتح ونصرت نے قدم چومے ہیں۔

والدہ محترمہ اتحاد واتفاق کے حوالے سے برائے نصیحت واصلاح بچپن میں کارآمد کہانیاں سنایا کرتی تھیں۔ایک بار بڑی عمدہ گفتگو فرمائی اور فرمایا: کہ دو بلیاں تھیں اور ان کے درمیان محبت واخوت کا چراغ ہمہ وقت روشن رہا کرتا تھا۔ایک دن ایسا ہوا کہ ان دونوں میں سے ایک کو کہیں روٹی کا ٹکڑا ملااور شدتِ بھوک کی وجہ سے وہ اس ٹکڑے کو تنہا کھانا چاہتی تھی۔ لیکن دوسری بلی کا یہ کہنا تھا کہ اس ٹکڑے کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے اور مجھے بھی اس کا ایک حصہ دیا جائے۔ مگر وہ بلی اس پر راضی نہ ہوئی اور ان کے درمیان کھانے کو لے کر تنازع ہو گیا کچھ ہی لمحہ میں لڑائی نے اس طرح سے محبت کو نفرت میں بدلا کہ دونوں سالہاسال کی اخوت ومحبت ہی کو فراموش کر بیٹھیں۔

والدہ محترمہ نے واقعہ کو لمبا کرتے ہوئے کہا: کہ اچانک ایک بندر ان دو بلیوں کے درمیان آیااور اس روٹی کے ٹکڑے کو جھپٹ کر کھا جاتا ہے،اور بیچاری بلیاں کفِ افسوس ملتے رہ جاتی ہیں۔

قارئین کرام اس واقعہ سے سبق یہ ملتا ہے کہ اللہ رب العزت کی ذات دینے والی ہے۔ جو ایک ٹکڑا دے سکتا ہے وہ مزید رزق کا بھی بندوبست کر سکتا ہے۔ اس لیے انسان کو اللہ رب العزت کی ذات پر کامل اعتماد رکھنا چاہیئے۔ اور اگر کبھی کسی چیز میں ہمارا دوست ہمیں حصہ دار نہ بنائے تو ہمیں جھگڑا کر کے اتحاد و محبت کے سنگم کو توڑنا نہیں چاہیئے کیونکہ جب ہمارے درمیان انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ تو تیسرا شخص اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے اور ہم زندگی بھر پچھتاتے رہتے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

"فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ"

[طہ:123]

جس نے میری ہدایت کی اتباع کی وہ گمراہ نہیں ہوگا اور نہ ہی بدبخت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اتحاد و اتفاق کے بارے میں حکم فرمایا ہے۔

لہذا مسلمانوں کے چاہیئے کہ وہ متحد رہیں۔ تاکہ اللہ و رسول (جل جلالہ و علیہ السلام) کے فرمان کے ہدایات کی اتباع کر سکیں۔

اتحاد و اتفاق کے حوالے سے کچھ آیات مندرجہ ذیل ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ"

(سورہ آل عمران، آیت:103)

ترجمہ: سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اُس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اُس نے تمہارے دل جوڑ دیے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے، تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ اپنی نشانیاں تمہارے سامنے روشن کرتا ہے شاید کہ اِن علامتوں سے تمہیں اپنی فلاح کا سیدھا راستہ نظر آجائے۔

اختلاف و انتشار بہت بڑی بلا ہے۔ مذکورہ بالا آیات سے اس بات کا صاف طور سے انکشاف ہوتا ہے جس کو سمجھنے کی دورِ حاضر میں اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ باطل فرقے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی مہم چلا رہے ہیں۔ اس سے یہ ہوا اس وقت اور تیز ہوئی ہے جب سے ہم نے اس رسی کو چھوڑ دیا ہے جس رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم اللہ دے رہا ہے۔ ایک دور تھا جب ہم ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے۔ لیکن اللہ نے ہماری حالتوں پر رحم فرما کر ہم پہ احسان فرمایا اور ہمارے دلوں سے بغض و عداوت نکال کر محبت و اخوت کے چراغ روشن کئے، اور ہم جو ایک دوسرے کی خون کے پیاسے تھے، اس نے اسی دل میں پھر بھائی چارگی، درد پیدا کیا۔ ظاہر سی بات ہے جب ہمارے درمیان اختلاف و انتشار ہوگا تو

ہمارا ہی خسارا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عظیم خسارے سے ہمیں بچالیا۔ پھر اس نے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں تاکہ ہم اس سے کچھ سبق حاصل کریں۔

قرآن مجید میں ہے:

"شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ "

(سورہ: الشوریٰ، آیت: ۱)

ترجمہ: تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسی کو دیا کہ دین قائم رکھو اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

قارئین کرام نوح علیہ السلام صاحب شرع میں انبیاء میں پہلے نبی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے محبوب نوح علیہ السلام سے لے کر تم تک جتنے انبیاء ہوئے سب کے لئے میں نے دین کی ایک راہ مقرر کی ہے اور سب متفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مراد بتاتے ہوئے دین اسلام کو سچا دین بتایا اور پھر اس دین کی اطاعت اور اپنے انبیاء و رسل کی اطاعت امت پر لازم قرار دی اور یہ حکم سبھی کے لئے یکساں ہے۔

لہذا اصول دین تمام مسلمانوں کے لئے یکساں ہیں وہ کسی بھی عہد کسی بھی امت کے ہوں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

میدان بدر، مدینہ طیبہ سے تقریبا 150 اور مکہ مکرمہ سے 310 اور بحر احمر سے 45 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ موجودہ زمانے میں یہ ایک آباد شہر ہے۔ "شاہراہ ہجرت" بننے سے قبل مکہ سے مدینہ اور مدینہ سے مکہ جانے کا راستہ اسی علاقے سے گزرتا تھا۔ لیکن اس وقت مسافرین اس راستے سے سفر نہیں کرتے۔ اس علاقے میں شہدائے بدر کا مقبرہ مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔

قارئین اسی میدان بدر میں اتحاد اتفاق کا لبادہ زیب تن کر کے ایک ایسی قوتِ دائمی آئی کہ سامنے بے شمار کفار و مشرکین ہیں۔ اور وہ فقط ۳۱۳ ہیں لیکن اتحاد و اتفاق کی بنیاد پر فتح سے ہمکنار ہوئے اور کامیابی و کامرانی کا تاج اپنے سروں پر رکھا۔

اللہ فرماتا ہے:

"وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ"

(سورہ: توبہ، آیت: ۷۱)

ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور اللہ و رسول کا حکم مانیں یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمان مرد اور و عورتوں کو ایک دوسرے کا مددگار بنایا ہے لیکن ہم اپنا جائزہ لیں کہ ہم کتنے ایک دوسرے کے مددگار ہیں؟ مرد حضرات قوم کو ایذا دینے میں مصروف ہیں، تفرقہ بازی میں مصروف ہیں،اور عورتیں چغلی، غیبت نیز اتحاد و اتفاق کی بنیاد کو کمزور کرنے میں مصروف ہیں،نہ تو کوئی کسی کو بھلائی کا حکم دے رہا ہے نہ ہی نماز کی لئے لوگوں کو تیار کر رہا ہے اور نہ ہی اللہ و رسول کا حکم مان رہے ہیں۔

حالانکہ قرآن نے حکم دیا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں جب ہم اس سے دور ہو گئے تو ظاہر ہے کہ ہمارے درمیان اتحاد و اتفاق کی بنیاد نہیں پڑ سکتی کیونکہ قرآن اور احادیث ہی کے ذریعے ہم اتحاد و اتفاق کی دولت سے سرفراز ہوئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے متحد رہنے کا حکم دیا۔ دین پر متحد ہونے کی وجہ سے لوگوں کے امور سنورتے چلے گئے۔ لیکن آج ہم قتل کئے جا رہے ہیں، ہماری مساجد و خانقاہیں اور مکاتب جلائے جا رہے ہیں، علماء کرام حفاظ عظام کو سرعام قتل کیا جا رہا ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں کو تفرقہ بازی نے اس عذاب میں مبتلا کیا ہے۔

اور ہماری شناخت کا آفتاب زوال پزیر ہو رہا ہے۔ اتحاد کی طاقت کو ناپا نہیں جا سکتا ہے۔ جس کے لیے اتحاد کیا جائے تو بڑے سے بڑے عظم کو بآسانی فتح کیا جا سکتا ہے۔

برادری واد سے نجات ضروری

از: نازش المدنی مراد آبادی

دینِ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس میں ہر لحاظ سے ہر موڑ پر ہماری رہنمائی کی گئی ہے۔ جہاں نہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت ہے، نہ کسی گورے کو کالے پر فوقیت، نہ ہی کوئی برادری معیار فضیلت کہ پٹھان انصاری سے بلند ہو، اور شیخ منصوری سے برتر۔ بلکہ معیار فضیلت تقویٰ وپرہیزگاری ہے۔ مگر انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ معاشرہ میں برادری واد کی مہلک بیماری ناسور کی طرح بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتی جا رہی ہے۔ بڑے فخر کے ساتھ بعض نادان لوگ اپنی برادری پر ناز کرتے، اور دوسرے کی برادری پر طنز کستے نظر آتے ہیں۔ جبکہ برادری واد کا اسلام میں اصلاً کوئی تصور نہیں۔ اسلام نے فضیلت اور فوقیت کا معیار تقوی وپرہیزگاری پر رکھا۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

ترجمہ: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

تفسیر صراط الجنان میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے:

آیت کے اس حصے میں وہ چیز بیان فرمائی جا رہی ہے جو انسان کے لئے شرافت وفضیلت کا سبب ہے اور جس سے اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں جاننے والا اور تمہارے باطن سے خبردار ہے۔

(تفسیر صراط الجنان ج:9ص446)

قرآن مجید برہان رشید نے واضح طور پر یہ بتلادیا کہ معیار فضیلت تقویٰ وطہارت ہے۔ حسب و نسب ،شکل وصورت اور رنگ وروغن کا فضیلت کے باب سے اصلاً کوئی تعلق نہیں۔آیئے اس تعلق سے چند فرامین مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ کرتے ہیں:

عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ "ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لہ انظر فان لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقویٰ۔رواہ احمد

ترجمہ: ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "بے شک تم سیاہ فام سے اور سُرخ سے بہتر نہیں اور نہ سیاہ فام تم سے بہتر ہے۔ مگر یہ کہ تم اس پر فضیلت پاؤ تقویٰ کی وجہ سے۔" اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا۔

(الترغیب والترہیب من احقار المسلم وانہ لا فضل لا حد الخ حدیث ۸ مصطفی البابی مصر ۳/۶۱۲)

اس حدیث پاک میں آقاے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا دیا کہ کسی سیاہ فام کو کسی سرخ پر فضیلت نہیں اگر فضیلت ہے تو وہ تقویٰ شعاری اور پرہیز گاری ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اوسط ایام التشریق خطبۃ الوداع فقال یا ایھاالناس ان ربکم واحدو ان اباکم واحد۔الا لا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علیٰ اسودولا لا سود علیٰ احمر الا بالتقویٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایامِ تشریق کے درمیانی دن میں خطبہ الوداع دیا، فرمایا "اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔ سنتے ہو عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ سرخ کو کالے پر اور نہ کالے کو سرخ پر فضیلت ہے مگر تقویٰ سے، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔

(الترغیب والترہیب من احقار المسلم وانہ لا فضل لا حدالخ حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲تا۶۱۳)

اس حدیث مبارکہ سے یہ واشگاف ہو گیا کہ بارگاہِ ایزدی میں عزت و فضیلت کا مدار حسب و نسب پر نہیں بلکہ پرہیزگاری پر ہے۔

ایک حدیث پاک اور ملاحظہ کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں:

فتحِ مکہ کے دن حضورِ اَقدس صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا غروراور ایک دوسرے پر خاندانی فخر دور کردیا ہے اوراب صرف دو قسم کے لوگ ہیں

(1)نیک اور متقی شخص جو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز ہے۔

(2)گناہ گار اور بدبخت آدمی، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ذلیل وخوار ہے۔

تمام لوگ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ-اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ“

ترجمہ کنزالایمان: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الحجرات، ۱۷۹/۵، الحدیث: ۳۲۸۱)

اس حدیث مبارکہ میں جہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں عزت و تکریم کا معیار تقویٰ شعاری کو قرار دیا، وہیں یہ بھی واضح کر دیا کہ نسب پر فخر و غرور کرنے والا شخص بد بخت ہے اور بارگاہِ خداوندی میں ذلیل و خوار ہے۔ نیز حسب و نسب پر فخر و غرور خود ایک حرام فعل ہے۔ قرآن و حدیث میں متعدد مقامات پر اس کی مذمت وارد ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔

(سورۃ الحجرات آیت نمبر:18)

تفسیر صراط الجنان میں اس آیت مبارکہ کے تحت لکھا ہے:

ارشاد فرمایا: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد حضرت آدم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور ایک عورت حضرت حوا رَضِيَ اللہ تَعَالٰى عَنْهَا سے پیدا کیا اور جب نسب کے اس انتہائی درجہ پر جا کر تم سب کے سب مل جاتے ہو تو نسب میں ایک دوسرے پر فخر اور بڑائی کا اظہار کرنے کی کوئی وجہ نہیں، سب برابر ہو اور ایک جدّ اعلیٰ کی اولاد ہو (اس لئے نسب کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار نہ کرو) اور ہم نے تمہیں مختلف قومیں، قبیلے اور خاندان بنایا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کی پہچان رکھو اور ایک شخص دوسرے کا نسب جانے اور اس طرح کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کرے۔ نہ یہ کہ اپنے نسب پر فخر کرنے لگ جائے اور دوسروں کی تحقیر کرنا شروع کر دے۔

(تفسیر صراط الجنان ج:9ص444)

حسب ونسب پر تکبر و گھمنڈ کی مذمت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چند فرامین ملاحظہ کرتے ہیں :

نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کیا، ایک نے کہا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں تم کون ہو؟ تمہاری توماں ہی نہیں۔ اس پر حضورِ اَقدس صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کے سامنے دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا، ان میں سے ایک نے کہا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں، اس طرح وہ نو پُشتیں شمار کر گیا اور کہا: تیری توماں ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کی طرف وحی بھیجی کہ جس نے فخر کا اظہار کیا ہے اس سے فرمادیجئے: وہ نو کی نو پشتیں جہنم میں جائیں گی اور تم ان کے ساتھ دسویں ہو گے۔

(مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث عبد الرّحمٰن بن ابی لیلی... الخ، ۸/۳۴، الحدیث: ۲۱۲۳۶)

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ :

نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا لوگوں کو اپنے آباء واَجداد پر فخر کرنا چھوڑ دینا چاہیے وہ جہنم میں کوئلہ بن گئے یا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کیڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو اپنے ناک سے گندگی کوڈ ھکیلتے ہیں۔

(ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی التّفاخر بالا حساب، ۴/۴۲۷، الحدیث: ۵۱۱۶، باختلاف بعض الالفاظ)

ان دونوں احادیث مبارکہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نسب پر فخر و گھمنڈ کرنے والوں کے لئے سخت وعیدیں ارشاد فرمادیں کہ جس سبب سے وہ اپنے آباء واجداد پر فخر کر رہے ہیں۔ خود ان کی یہ حالت

ہے کہ وہ جہنم میں جل کر کوئلہ بن چکے ہیں۔اسی طرح نسب پر فخر کرنے والوں کو اس گندے کیڑے سے بھی بدتر بتایا گیا جو اپنی ناک سے غلاظت کو ڈھکیلتا ہے۔اللہ اکبر! نسب و برادری پر غرور کرنے والوں کو ان احادیث مبارکہ سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جس آدمی کا نسب اچھا ہو وہ دوسرے نسب والوں کو حقیر جانتا ہے۔اور بعض لوگ حسب ونسب کے ذریعے اس طرح تکبر کرتے ہیں۔کہ گویا دوسرے لوگ ان کی مِلکیت میں اور ان کے غلام ہیں،وہ اِن سے میل جول کرنے اور ان کے پاس بیٹھنے سے نفرت کرتے ہیں۔اور اس کا نتیجہ ان کی زبان پر یوں آتا ہے کہ تکبر کرتے ہوئے دوسروں کو گھٹیا قسم کے الفاظ سے پکارتے ہوئے کہتے ہیں: تم کون ہو؟ تمہارا باپ کون ہے؟ میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں، تمہیں مجھ سے بات کرنے یا میری طرف دیکھنے کا کیا حق ہے؟ تو مجھ جیسے لوگوں سے بات کرتا ہے اور مجھ سے اس قسم کی گفتگو کرتا ہے؟(وغیرہ)

یہ ایک ایسی پوشیدہ رگ ہے کہ کوئی بھی نسب والا اس سے خالی نہیں ہوتا اگرچہ وہ نیک اور باعمل ہو، لیکن بعض اوقات حالت اِعتدال پر ہونے کی صورت میں یہ بات ظاہر نہیں ہوتی اور جب اس پر غصے کا غلبہ ہو تو وہ اس کے نورِ بصیرت کو بجھا دیتا ہے اور اس قسم کی گفتگو اس کی زبان پر آجاتی ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذمّ الکبر والعجب، بیان مابہ التکبّر، ۴۳۱/۳۔۴۳۲)

اگر اس تعلق سے ہم اکابر کے کردار پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔تو یہ بات آفتابِ نیم روز کی طرح ظاہر و باہر ہو جاتی ہے کہ وہ نفوس قدسیہ اپنے حسب ونسب پر قطعاً نازاں نہیں تھیں۔بلکہ ایسے کلمات کو نام کے

ساتھ لکھنے سے بھی احتراز کرتے تھے۔ جن سے ان کی بڑھائی ظاہر ہو۔سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان خود برادری کے لحاظ سے پٹھان تھے۔ مگر تاریخ گواہ ہے حضرت نے اپنے نام کے ساتھ خان کبھی نہیں لکھا بلکہ ہمیشہ اپنے دستخط یوں کرتے "عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ" اسی طرح آپ کے شہزادہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا بھی یہی طریقہ کار تھا کہ کبھی نام کے آگے خان نہیں لکھا بلکہ لکھتے "فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہ" اور نام کے ساتھ ایسے کلمات لکھنے کی ضرورت بھی کیا ہے جن سے اپنی بڑھائی ہوتی ہو کہ میں خان ہوں، میں پٹھان ہوں، میں شیخ ہوں ،میں سید ہوں وغیرہ وغیرہ۔ ہیرے کے بارے میں بتایا نہیں جاتا کہ یہ ہیرا ہے۔بلکہ اس کی چمک خود اس کی شناخت کرادیتی ہے۔ کیا ضرورت ہے اپنی برادری اور نسب کے بارے میں بلا ضرورت ڈھنڈوراپیٹنے کی۔آپ کا اخلاق و کردار ایسا ہو کہ وہ خود آپ کی تعریف کررہا ہو۔

بالجملہ نسب اور برادری پر فخر کرنے میں نقصان ہی نقصان ہے۔ دنیا کا نقصان تو ظاہر ہے۔اور اخروی وعیدیں اوپر آپ ملاحظہ کرچکے ہیں۔ لہذا عقل مند شخص دنیوی اقتدار اور حسب ونسب پر نازاں ہو کر اپنی عاقبت خراب نہیں کرتا بلکہ اصل سرمایہ آخری تقویٰ وطہارت کو اپنی زندگی میں نافذ کرتا ہے اور فکر عقبیٰ میں لگا رہتا ہے۔لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ نسب پر فخر کرنے سے گریز کرے ،اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے عزت وفضیلت حاصل ہو۔

دعا ہے باری تعالیٰ ہم تمام کو تقوی شعاری کی نعمت بے بہا سے بہرہ ور فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

غیر مقلدین کے گمراہ کن افکار و نظریات سے اجتناب کی تدابیر

از: محمد عادل رضا الماتریدی

دنیا کے ہر شعبہ میں کسی بھی چیز کو سیکھنے، سکھانے کے لئے استاد کی ضرورت پڑتی ہے۔ بغیر استاد کے سیکھے ہوئے زیادہ غلطیاں ہونے اور راہِ راست سے بھٹک جانے کا پورا اندیشہ رہتا ہے۔ چاہیں وہ دینی علوم وفنون ہوں یا دنیاوی کام کاج ہوں۔ بغیر معلم کے سیکھے ہوئے مکمل حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ آج کے پر فتن دور میں لوگ سوشل میڈیا پر کچھ غیر عالم، بدمذہب و غیر مقلدین دیابنہ ووہابیہ کے بیانات سنتے ہیں جو قرآن و حدیث کا سہارا لے کر غلط توضیح و تشریح اور غلط مسائل بیان کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بھولی بھالی عوام اور آزاد خیال لوگ قرآن و حدیث کا نام سن کر راہِ راست سے بھٹک جاتے اور غلط مسائل پر عمل کرتے ہیں۔ جس سے ایمان و اسلام اور اعمال سب برباد ہو جاتے ہیں تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے مسائل ایمان و اسلام، ضروریات دین وغیرہ سنی صحیح العقیدہ معتبر و مستند اہل سنت و جماعت علمائے کرام سے پوچھیں اور ان پر عمل کریں۔ اور سوادِ اعظم کی پیروی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل علم سے پوچھنے کا حکم دیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے :

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(سورہ انبیاء، آیت:۷)

ترجمہ: تواے لوگو! علم والوں سے پوچھوا گر تمہیں علم نہ ہو۔

تفسیر صراط جنان میں اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے :

شرعی معلومات نہ ہونے اور نہ لینے کے نقصانات:

اس آیت میں نہ جاننے والے کو جاننے والے سے پوچھنے کا حکم دیا گیا کیونکہ ناواقف کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں کہ وہ واقف سے دریافت کرے اور جہالت کے مرض کا علاج بھی یہی ہے کہ عالم سے سوال کرے اور اس کے حکم پر عمل کرے اور جو اپنے اس مرض کا علاج نہیں کرتا وہ دنیا وآخرت میں بہت نقصان اٹھاتا ہے۔ یہاں اس کے چند نقصانات ملاحظہ ہوں

(1)۔ایمان ایک ایسی اہم ترین چیز ہے جس پر بندے کی اُخروی نجات کا دار و مدار ہے اور ایمان صحیح ہونے کے لئے عقائد کا درست ہونا ضروری ہے، لہٰذا صحیح اسلامی عقائد سے متعلق معلومات ہونا لازمی ہے۔اب جسے اُن عقائد کی معلومات نہیں جن پر بندے کا ایمان درست ہونے کا مدار ہے تو وہ اپنے گمان میں یہ سمجھ رہا ہو گا کہ میرا ایمان صحیح ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس بھی ہو سکتی ہے اور اگر حقیقت برعکس ہوئی اور حالتِ کفر میں مر گیا تو آخرت میں ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا پڑے گا اور اس کو انتہائی دردناک عذابات سہنے ہوں گے۔

(2)۔فرض وواجب اور دیگر عبادات کو شرعی طریقے کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے،اس لئے ان کے شرعی طریقے کی معلومات ہونا بھی ضروری ہے۔ اب جسے عبادات کے شرعی طریقے اور اس سے

متعلق دیگر ضروری چیزوں کی معلومات نہیں ہوتیں اور نہ وہ کسی عالم سے معلومات حاصل کرتا ہے تو مشقت اٹھانے کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسے نماز کے درست اور قابل قبول ہونے کے لئے ''طہارت'' ایک بنیادی شرط ہے اور جس کی طہارت درست نہ ہو تو وہ اگرچہ برسوں تک تہجد کی نماز پڑھتا رہے، پابندی کے ساتھ پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتا رہے اور ساری ساری رات نوافل پڑھنے میں مصروف رہے، اس کی یہ تمام عبادات رائیگاں جائیں گی اور وہ ان کے ثواب سے محروم رہے گا۔

(3)۔ کاروباری، معاشرتی اور ازدواجی زندگی کے بہت سے معاملات ایسے ہیں جن کے لئے شریعت نے کچھ اصول اور قوانین مقرر کئے ہیں اور انہی اصولوں پر اُن معاملات کے حلال یا حرام ہونے کا مدار ہے اور جسے ان اصول و قوانین کی معلومات نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرے تو حلال کی بجائے حرام میں مبتلا ہونے کا چانس زیادہ ہے اور حرام میں مبتلا ہونا خود کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حقدار ٹھہرانا ہے۔

سرِدست یہ تین بنیادی اور بڑے نقصانات عرض کئے ہیں ورنہ شرعی معلومات نہ لینے کے نقصانات کی ایک طویل فہرست ہے جسے یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو عقائد، عبادات ، معاملات اور زندگی کے ہر شعبے میں شرعی معلومات حاصل کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

سنن ابوداؤد کی حدیث ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"الا سئلوا ان لم یعلموا فانما شفا العی السؤال"۔

(سنن ابو داؤد، صفحہ: ۸۷۷،بیت الافکار الدولہ)

ترجمہ: اگر وہ نہیں جانتے تو پوچھتے کیوں نہیں کیونکہ مرضِ جہالت کی شفاء سوال کرنا ہے۔

آج کل غیر مقلدین خاص طور سے تقلید کو لے کر شور و گل کئے ہوئے ہیں۔ کبھی اس کو شرک بتاتے ہیں، تو کبھی کفر کہتے ہیں، تو کبھی حرام کہتے ہیں۔ اور وہ تقلید سے ہٹ کر اپنی عقل کی تقلید کرتے، کراتے ہیں۔جب کہ قرآن وحدیث میں تقلید کرنے اور سوادِ اعظم کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آئے تقلید کی تعریف اور اس کے احکام کے بارے میں جانتے ہیں۔

تقلید کے لغوی معنی

القاموس المحیط میں ہے:

"القلادة ما جعل فی عنقه "

(القاموس المحیط جلد ۱ صفحہ ۴۵۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یعنی قلادہ در گردن بستن : گلے میں ہار یا پٹہ ڈالنا۔

غیاث اللغات میں ہے:

" تقلید مجازاً بمعنی پیروی کسے بے دریافت حقیقت آں"

(غیاث اللغات صفحہ ۱۲۵ مطبوعہ رزاقی پریس نیوکار)

ترجمہ: کسی کی پیروی کرنا اس کی حقیقت دریافت کیے بغیر اس کو مجازاً تقلید کہتے ہیں۔

علامہ علی بن محمد السید الشریف الجرجانی ۸۱۶ھ تقلید کی تعریف لکھتے ہیں :

"التقليد عبارة عن اتباع الإنسان غيره فيما يقول او يفعل معتقدا للحقية من غير نظر و تأمل في الدليل كأن هذا المتبع جعل قول الغير او فعله قلادة في عنقه"

(معجم التعریفات صفحہ ۵۸ رقم اللفظ ۵۲۲ دار الفضیلۃ قاہرہ)

ترجمہ: تقلید یہ ہے کہ انسان دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے گلے کا قلادہ یا ہار بنالے۔

امام قاضی محب اللہ بن عبد الشکور البہاری (متوفی ۱۱۱۰) فواتح الرحموت میں تقلید کی تعریف لکھتے ہیں :

"التقليد العمل بقول الغير من غير حجة والمراد ب۔ الحجة حجة من الحجج الاربع والا فقول المجتهد دليله و حجية كأخذ العامى من المجتهد"

(فواتح الرحموت جلد ۲ صفحہ ۴۳۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: تقلید نام ہے دوسرے کے قول پر بلا دلیل عمل کا۔ دلیل سے مراد کتاب اللہ سنت رسول اللہ اجماع امت ہے ورنہ مجتہد کا قول اس کی دلیل ہے (جس کے رجوع کا کتاب وسنت میں حکم ہے)

احکام کی دو قسمیں ہیں:

احکام عقلی اور احکام شرعی

احکام عقلیہ وہ ہے جس میں کسی کی تقلید جائز نہیں ہے جیسے صانع عالم اور اس (اللہ تعالیٰ) کی صفات کی معرفت اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہونے کی معرفت کی وغیرہ۔

امام ابو بکر بن احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (متوفی ۴۶۲ھ) لکھتے ہیں :

"والاحكام على ضربين عقلي و شرعي"

فاما العقلي فلا يجوز فيه التقليد كمعرفة الصانع تعالى و صفاته و معرفة الرسول ﷺ و صدقه وغير ذلك من الاحكام العقلية"

(الفقیہ والمتفقہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ دار ابن الجوزی ریاض)

ترجمہ: عقلی احکام میں تقلید جائز نہیں جیسے صانع عالم (خالق کائنات) اور اس کی صفات اسی طرح رسول ﷺ اور حضور ﷺ کے سچے ہونے کی معرفت وغیرہ۔

رہا احکام شرعیہ اس کی دو قسمیں تحریر فرماتے ہیں :

"واما الاحكام الشرعية فضربان"

احدهما يعلم ضرورة من دين الرسول ﷺ كالصلوات الخمس والزكوات و صوم شهر رمضان والحج و تحريم الزنا و شرب الخمر وما اشبه ذلك فهذا لا

يجوز التقليد فيه لأن الناس كلهم يشتركون فى ادراكه والعلم به فلا معنى للتقليد فيه"

وضرب آخر لا يعلم الا بالنظر والاستدلال كفروع العبادات والمعاملات والفروج والمناحكات وغير ذلك من الاحكام فهذا يسوغ فيه التقليد

(ایضاً، صفحہ ۱۳۲)

احکام شرعیہ کہ دو قسمیں ہیں پہلی قسم ضروریات دین جیسے پانچ نمازیں روزہ حج زکاۃ اسی طرح زنا اور شراب کی حرمت وغیرہ کے احکام۔ لہذا ان احکام میں تقلید جائز نہیں کیوں کہ ان کے جاننے میں سارے لوگ برابر ہیں اس لیے ان احکام میں تقلید کی کوئی ضرورت نہیں۔

دوسری قسم دین کے وہ احکام جنہیں نظر واستدلال کے بغیر نہیں جانا جاسکتا جیسے عبادات و معاملات اور نکاح وغیرہ کے فروعی مسائل میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے لہذا ان مسائل میں تقلید کی جاتی ہے۔

ہماری بحث یہاں احکام شرعیہ کہ دوسری قسم یعنی دین کے وہ احکام جنہیں نظر واستدلال کے بغیر نہیں جانا جاسکتا ہے جیسے عبادات و معاملات اور نکاح وغیرہ کے فروعی مسائل جن میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے وہ احکام جو آئمہ مجتہدین قرآن وسنت کے نصوص سے اجتہاد واستنباط کر کے نکالتے ہیں لہذا ان مسائل میں تقلید کی جاتی ہے جس کا حکم قرآن واحادیث اور آثار خلف وسلف سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

"فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ"

(پارہ ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۲۲)

ترجمہ: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

قرآن مجید میں ہے:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ"

(پارہ ۵ سورہ نساء آیت ۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اولو الامر سے مراد فقہا و مجتہدین ہیں۔ جیسا کہ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"قال علی بن ابی طالب عن ابن عباس و اولی الامر منکم یعنی اهل الفقه و الدین وکذا قال مجاهد وعطاء والحسن بصری و ابو العالیة واولی الامر منکم یعنی العلماء والظاهر والله اعلم انها عامة فی کل اولی الامر من الامراء والعلماء کما تقدم"

(تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: علی بن ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اولوالامر سے مراد فقہا و آئمہ دین ہیں۔ مجاہد، عطا، حسن بصری اور ابو العالیہ سے منقول ہے کہ اولوالامر سے مراد علما ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ کلمہ تمام اصحاب امر حکام و علما کو عام ہے جیسا کہ بیان ہو چکا۔

قرآن مجید میں ہے:

"يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ"

(پارہ ۱۵ سورہ اسرائیل آیت ۷۱)

ترجمہ: اس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی حنفی (متوفی ۱۱۲۷) لکھتے ہیں:

"او مقلد فی الدین فیقال یا حنفی یا شافعی"

(تفسیر روح البیان جلد ۵ ۱۸۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: امام دینی پیشوا ہے پس قیامت میں کہا جائے گا کہ اے حنفی اے شافعی۔

احادیث رسول ﷺ سے تقلید کا ثبوت :

امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمن التمیمی السمرقندی الدارمی (متوفی ۲۵۵) سنن دارمی میں تحریر فرماتے ہیں :

"اخبرنا يعلي حدثنا عبد الملك عطاء اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم قال اولو العلم والفقه"

(سنن دارمی جلد ا صفحہ ۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: خبر دی ہم کو حضرت یعلی نے انہوں نے کہا: مجھ سے حدیث بیان کی عبد الملک نے انہوں نے عطا سے روایت کی کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے امر والوں کی فرمایا عطا نے کہ اولوالامر علم اور فقہ والے حضرات ہیں ۔

حدیث میں ہے:

"عن تميم الدارى ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلّم قال الدين النصيحه قلنا لمن قال لله والكتابه ورسوله ولائمة المسلمين وعامتهم"

(صحیح مسلم صفحہ ۵۴ بیت الافکار الدولہ)

ترجمہ: دارمی سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا کس کی فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے اماموں کی اور عامہ مومنین کی۔

امام حافظ محی الدین ابوزکریا بن شرف بن مری النووی (متوفی ٦٧٦) اس حدیث پاک کی شرح تحریر فرماتے ہیں:

"وقد يتناول ذلك علي الائمة الذين هم علماء الدين وان من نصيحتهم قبول ما رووه وتقليدهم في الاحكام واحسان الظن بهم"

(شرح النووی علی مسلم صفحہ ۱۳۱ بیت الافکار الدولیہ)

ترجمہ: حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علماء دین ہیں۔ اور علما کی خیر خواہی سے ہے ان کی روایت کی ہوئی احادیث کا قبول کرنا اور ان کے احکام میں تقلید کرنا اور ان کے ساتھ نیک گمان کرنا۔

مشکوۃ المصابیح میں ہے:

"ان الشيطان ذئب الا نسان كذئب الغنم يا خذ الشاذة والقاصية والناحية وايا كم والشعاب وعليكم بالجماعة والعماة"

(مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان صفحہ ۱۸۵ المکتاب الاسلامی)

ترجمہ: شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا الگ اور دور اور کنارے والی کو پکڑتا ہے (یعنی جو جماعت مسلمین سے الگ رہا شیطان کے شکار میں) تم گھاٹیوں سے بچو (یعنی جو راہ سنے کے خلاف ہو) جماعت مسلمین اور عوام کو لازم پکڑو (یعنی وہ عقائد اختیار کرو جو عامۃ المسلمین کے ہوں)

خلف وسلف سے تقلید کا ثبوت :

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ عقدالجید میں تحریر فرماتے ہیں۔

"باب تاکید الا خذ بمذاھب الا ربعة والتشدید فی ترکھا والخروج عنھا ۔ اعلم ان فی الا خذ بھذہ المذاھب الا ربعة مصلحةً عظیمةً وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدة کبیرة ۔

ترجمہ:۔ باب سوم، ان چار مذہبوں کے اختیار کرنے کی تاکید اور ان کو چھوڑنے اور ان سے باہر نکلنے کی ممانعت شدیدہ کے بیان میں ۔ جاننا چاہئے کہ ان چاروں مذہبوں کے اختیار کرنے میں ایک بڑی مصلحت ہے اور ان سب سے اعراض ورو گردانی میں بڑا مفسدہ ہے۔

(عقدالجید مع سلک مردارید ص ۳۱)

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"وانما حق العوام ان یومنوا ویسلموا و یشتغلوا بعبادتھم و معایشتھم و یترکوا العلم للعلماء فالعامی لو یزنی و یسرق کان خیراًله من ان یتکلم فی العلم فانه من تکلم فی الله وفی دینه من غیر اتقان العلم وقع فی الکفر من حیث لا یدری کمن یرکب لجة البحر وھو لا یعرف السباحة"

ترجمہ: عوام کا فرض ہے کہ ایمان اور اسلام لا کر اپنی عبادتوں اور روزگار میں مشغول رہیں علم کی باتوں میں مداخلت نہ کریں اس کو علماء کے حوالے کر دیں۔ عامی شخص کا علمی سلسلہ میں حجت کرنا زنا اور چوری سے بھی زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہے کیونکہ جو شخص دینی علوم میں بصیرت اور پختگی نہیں رکھتا وہ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے مسائل میں بحث کرتا ہے تو بہت ممکن ہے کہ وہ ایسی رائے قائم کرے جو کفر ہو اور اس کو اس کا احساس بھی نہ ہو کہ جو اس نے سمجھا ہے وہ کفر ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو تیرنا نہ جانتا ہو۔ اور سمندر میں کود پڑے۔

(احیاء العلوم ص ۳۵ ج ۳)

غیر مقلدین کے افکار و نظریات سے بچنے کے لیے عوام و خواص کے لیے ضروری ہے کہ جن مسائل میں شک و شبہ ہو وہ سنی صحیح العقیدہ علمائے کرام سے پوچھیں اور سنی صحیح العقیدہ علماء کرام کی کتب کا مطالعہ کریں۔ سنی صحیح العقیدہ علماء اہل سنت و جماعت کے بیانات ہی سنیں۔

اسلام میں صفائی کی اہمیت: احکامات، منصوبے اور اقدامات

از: محمد مفیض الدین مصباحی

اسلام کا دوسرا نام دین طہارت ہے۔ جو انسان کو مہد سے لے کر لحد تک صاف ستھرا رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔انسان خواہ کسی بھی شعبہ سے منسلک ہو اس کی شرشت، فطرت میں طہارت، لطافت و پاکیزگی رکھی گئی ہے کہ وہ لاشعوری طور پر صفائی، ستھرائی اور نظافت کو پسند کرتا ہے۔اور گندگی، خباثت، نجاست اور غلاظت کو ناپسند کرتا ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ کتب فقہ میں ابواب کی ترتیب میں فقہا نے ”کتاب الطہارات“ کو مقدم کیا یعنی اسلام میں طہارت عبادت و معاملات پر بھی مقدم ہے۔ نیز اس کے اصول و فروع، عقائد و عبادات، معاملات و اخلاقیات کا بڑا حصہ طہارت و نظافت پر مشتمل ہے۔اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

"الطهارة نصف الايمان"

پاکیزگی نصف ایمان ہے۔

(المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الايمان والرؤيا، ج: ١٥، ص: ٢٢٧، شركة دار القبلة)

ایک روایت میں "شطر الایمان" کا لفظ آیا ہے اور اسی طرح متعدد مواقع پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت و نظافت کو دلکش انداز، خوبصورت اسلوب اور شگفتہ پیرایہ میں بیان فرمایا۔

عوام میں صفائی و پاکیزگی کے حوالے سے شعور اجاگر کرنے کے لیے ۱۵/اکتوبر ۲۰۰۸ء کو عالمی سطح پر ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ۷۰ ممالک کے سربراہان نے شرکت کی اور اس کو "گلوبل ہینڈ واشنگ ڈے" کا نام دیا گیا۔ اور اسی روز ایک کروڑ ۲۰ لاکھ بچوں نے صابن سے ہاتھ دھوے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اس سال کو صحت و صفائی کا سال قرار دیا تھا۔ یہ بہت خوش آئند قدم ہے کہ ہاتھوں کی صفائی میں بے توجہی کی وجہ سے منھ اور آنکھ میں انفیکشن کا بہت امکان ہوتا ہے لیکن مذہب اسلام میں ہاتھ دھونے کی پرانی روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو۔

(الشمائل المحمدیہ للترمذی، باب ماجاء في صفة ادام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۳۰۸)

اسی طرح جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہوں تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے، جب تک اسے تین بار نہ دھولے کیونکہ تم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری۔

(السنن الکبری للبھیقي، کتاب الطھارۃ/باب التکرار في غسل الیدین، ص:۷۶)

اس لیے کہ ہاتھ آلہ طہارت ہے، اور جب وہی صاف وطاہر نہ ہو تو اس سے طہارت کیا حاصل ہو گی۔

ایمان وہ غیر فانی نعمت ولازوال دولت ہے، دنیا میں جس کا ہمسر و شریک کوئی نہیں ایک صاحب ایمان کی جبلت و فطرت یہی ہے تاہم مذہب اسلام میں نظافت کی اہمیت کس قدر ہے کہ اس کو ایمان کا آدھا حصہ قرار دیا گیا۔ اسلامی احکام میں سے ہے کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ موے زیر ناف اور موے زیر بغل صاف کرے، اگر نہ کر سکے تو ہر پندرہ دن بعد کرے اور چالیس دن کے بعد کوئی عذر مسموع نہ ہو گا۔

بلکہ وہ وعید کا مستحق ہوگا،اسی طرح مونچھیں اور ناخن جیسے فطری امور کے لیے زیادہ سے زیادہ چالیس دن مقرر فرمائے ہیں۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

وقت لنا فی قص الشارب، وتقلیم الاظفار، ونتف الابط، وحلق الاعانة، ان لا نترک اکثر من اربعین لیلة۔

ہمارے لیے مونچھیں تر شوانے، ناخن کاٹنے، بغلوں کے اور زیر ناف بال صاف کرنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن مقرر کی گئی ہے۔

(صحیح المسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ ج:۱،ص:۱۲۸ مجلس البرکات)

اسلام میں غایت درجہ اہتمام پاکیزگی کا حکم ہے، یہاں تک کہ ٹھہرے ہوے پانی میں پیشاب کرنا جائز نہیں اس لیے کہ اس پانی کو بہت سے کاموں میں استعمال کیا جانا ممکن ہے۔اگر کوئی جنبی ہو جائے تو اس کو حکم ہے کہ جلد از جلد غسل سے فارغ ہو اور غسل بھی نجاست سے آلودہ کپڑے میں نہیں کرنا چاہیے، بلکہ پہلے اس کپڑے کی نجاست کو اچھی طرح سے دور کرے۔اور جسم پر نجاست لگی ہو تو اس کو بھی دور کرے پھر غسل کرے۔فقہانے فرمایا اگر ماء مغسولہ نہانے کی جگہ جمع ہو رہا ہے تو غسل سے فراغت کے بعد اس جگہ سے علحدہ ہو کر پاؤں دھوئیں۔

آج سائنسی تحقیق کہتی ہے کہ دن میں چار پانچ بار منھ دھلنے سے آنکھوں کی روشنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ایک یورپین ڈاکٹر نے مقالہ لکھا جس کا نام تھا ''آئی واٹر ہیلتھ (Eyewater Health) جس میں انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اپنی آنکھوں کو دن میں متعدد بار دھوو ورنہ خطرناک

بیماریاں ہو سکتی ہیں۔ چینی ماہرین کے مطابق چہرہ دھونے سے چھوٹی آنت، بڑی آنت، سینہ وغیرہ پر بھی اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جبکہ مذہب اسلام میں پانچوں وقتوں کی نماز میں وضو بمنزلہ شرط کے ہیں اور نماز بمنزلہ مشروط کے۔ اور وضو کی ابتدا بھی ہاتھوں کو گٹوں تک دھونے سے ہوتی ہے جو کہ آلہ طہارت ہے۔ اسی طرح مسواک کرنا بھی ضروری قرار دیا گیا یہاں تک کہ مسواک کے ساتھ پڑھی گئی نماز بغیر مسواک کے پڑھی گئی نماز سے پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے۔ نیز مضمضہ (کلی کرنا)، استنشاق (ناک میں پانی چڑھانا) اور تخلیل اصابع (انگلیوں میں خلال کرنا) بھی اس کا جزو ترکیبی ہے۔ یہ سب اسی حکم "الطھارۃ نصف الایمان" کی شعاع بیزی، ضیا پاشی اور ضوافشانی ہے۔

اسلام میں جسم سمیت اپنے آس پاس، گھر، مکان، ظاہر و باطن صاف رکھنے کا بھی حکم ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں جھاڑو دے لیتے تھے۔ اس طرح لباس میں صفائی ستھرائی اور ظاہری شکل وصورت میں بھی پاکیزگی کی تاکید ہے۔

بدن کو میلا کچیلا اور بالوں کو پراگندہ رکھنا کہ شکل وحشیوں جیسی ہو، ناپسندیدہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إن الله يبغض الوسخ والشعث"

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، جزیرۃ: ۲، ص: ۲۸۵، ح: ۱۸۵۵)

منصوبے واقدامات:

کثافت و گندگی ہزار بیماریوں کی جڑ ہے، اور طہارت و نظافت ہزار دواؤں کی ایک دوا ہے۔ ہم ذیل میں عوام و خواص کے لیے چند لائحہ عمل پیش کرتے ہیں جو صحت و تندرستی اور فضا کو خوشگوار بنانے میں موثر ہوگا:

(۱)۔ کسی جگہ گندا پانی جمع نہ رکھیں کیونکہ یہ مچھروں اور مکھیوں کی افزائش کا سبب ہے، جس سے ملیریا اور ہیضہ پھیلنے کے خطرات لاحق ہو جاتے ہیں۔ اور صاف پانی کو بھی ڈھک کر رکھیں۔

(۲)۔ گھر کے اندر غسل خانہ اور بیت الخلا ایسی جگہیں ہیں جہاں ہر روز ہلکی پھلکی صفائی کی جانی چاہیے، اس کے علاوہ ہفتہ، دس دن میں مکمل طور پر اچھی صفائی ہونی چاہیے۔

(۳)۔ اپنے ارد گرد گلی، محلہ کو صاف ستھرا رکھیں۔ گھر کا کوڑا کرکٹ سڑک پر ہر گز نہ پھینکیں۔

(۴)۔ کوڑا کرکٹ جمع کرنے کے لئے خصوصی مقامات کا تعین کیا جائے۔

(۵)۔ اپنے علاقے کی ماحولیاتی کمیٹی اور صفائی عملہ کا تعاون کریں۔

(٦)۔ اپنے تعلیمی اداروں کے ماحولیاتی کلب میں شامل ہوں۔

(۷)۔ ہفتہ وارانہ یا پندرہ روزہ نشست کا اہتمام کریں۔

دھرم، دین ومذھب میں کیافرق ہے؟

از: محمد فیض العارفین رضوی

ان میں فرق ان کی تعریف سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔ دھرم کے بہت سے معانی آتے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں: (۱) فرض (۲) مذھبی فریضہ (۳) دستور (رسم) (٤) قاعدہ (٥) روش۔

اردو لغت میں دھرم کا معنٰی دیا ہے پکا حکم یا قانون، ایمان وعقیدہ۔

دھرم کے جتنے بھی معانی لغات میں دیے گیے ہیں ان سب میں فرض کی ادائے گی اور ذمہ داری کو نبھانے کا مفہوم قدرے مشترک ہے۔ جس کا تعلق سماج اور اخلاق اور دنیوی نظام عمل سے زیادہ ہوتا ہے۔ دھرم کو انگریزی میں ڈیوٹی (duty) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مختلف حیثیات سے ہر فرد کا اپنا فرض، جس کی ادائے گی سماجی واخلاقی طور پر ہونی چاہیے یا کسی شی کا اپنی صفت وخصوصیت کے ساتھ کام کرنا، دھرم ہے، جیسے ماں باپ کی خدمت کرنا اولاد کا دھرم ہے، شاگرد کو تعلیم دینا استاد کا دھرم ہے وغیرہ۔

انسانیت یا وطنیت کے اصولوں پر عمل کرنا دھرم ہے۔ اسے دوسرے الفاظ میں طرز زندگی، جیون دھارا بھی کہا جاسکتا ہے۔ دھرم کوئی خدائی اصول یا عقیدہ نہیں جو غیر مادی مافوق الفطری روحانی طاقت سے منسلک ہو۔

دھارمک لغات اور ہندو فلسفے میں دھرم کے اوپر خاصی طویل بحث ملتی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دھرم ایسے اصول اور طرز حیات کا نام ہے، جو افراد کے کاموں میں تنظیم اور ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ ایک سماج کے فرد کی حیثیت سے ان میں احساس، ذمے داری پیدا کرتا ہے اور اس کے ذریعے انسان میں تدریجی ارتقا پیدا کرتا ہے اور انسانیت کے اعلی مقاصد کے حصول میں معاون بنتا ہے۔

مشہور ڈاکٹر گوپال نے کہا: دھرم فرض، حسن سیرت اور خوبی سے عبارت ہے، جس کا مقصد ساری ذی روح کی حفاظت ہے۔ اس لحاظ سے دھرم ان اخلاقی اصولوں کا نام ہے جن کے اثرات زندگی پر کچھ اس طرح پڑیں کہ وہ ساری ذی روح کی اعانت و حفاظت کرے اور کسی کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچائے ۔یعنی انسان کو اجتماعی و انفرادی زندگی میں جن اعلیٰ اخلاقی قدروں کو مان کر چلنا چاہیے دھرم ان کا مجموعہ ہے۔

اس لحاظ سے دھرم کے دو پہلو سامنے آتے ہیں :

(۱)عالمگیر (۲) سماجی۔

عالمگیر اصولوں کے مطابق تمام انسانوں اور زمانے کے لوگوں کو ہدایت ملتی ہے۔ سماجی پہلو یہ بتاتا ہے کہ اخلاقی قوانین، انفرادی اور سماجی زندگی میں برتنا ہر شخص کے لیے ضروری ہے۔ اس کے نتیجے میں دھرم کا اہم مقصد ہو جاتا ہے انسانوں کی مختلف خواہشات اور رجحانات میں ہم آہنگی اور نظم و ضبط پیدا کرنا۔

دھرم کی علامتیں و مظاہر:

مذکورہ مقاصد کے حصول کے لیے دھارمک لحاظ سے دس چیزوں پر عمل کرنا ہوگا۔ان دس چیزوں کا ذکر مہابھارت میں کیا گیاہے۔

(۱) تحمل (۲) عفو و در گزر (۳) رحم دلی (٤) دل پر قابو (٥) چوری نہ کرنا (٦) عملی رویے میں خلوص (۷) خواہشات پر کنٹرول (۸) عقل کا استعمال (۹) گیان (معرفت دل) وعدہ پر صداقت (۱۰) باہمی نفرت نہ کرنا۔ان تمام امور کا تعلق اخلاقیات اور سماج سے ہے۔البتہ عوامی طور پر اچھے بدلے کی امید کے ساتھ کوئی کام کرنا دھرم ہے۔

دین ومذھب:

دین کا معنٰی ہے لغت میں مذھب، مسلک، ایمان۔

مذھب کا معنٰی ہے راستہ، ایمان، ملت۔

جب کہ عربی زبان و لغت میں دین کے مفہوم میں جزا، خود کو سپرد کردینا، اطاعت، بدلہ دینا، حکم ماننا، شریعت کی پابندی شامل ہے۔

اصطلاح میں دین وہ پیغام، ہدایت نامہ، حکم نامہ ہے۔ جسے اللہ تعالٰی نے پیغمبروں کے ذریعے انسانوں کی ہدایت، کائنات خدا اور انسان کے مابین صحیح رشتے کی نشان دہی کرنے اور خدا، آخرت، رسالت وغیرہ جیسی بنیادی اصولی باتوں کو تسلیم کرنے کے لیے نازل کیا ہے اور یہ اللہ کے سامنے خود کو آخری حد تک

جھکا دینے سے عبارت ہے۔ تاکہ آخرت میں رضائے الٰہی حاصل ہو اور خدا اور رسول کی مرضی ان کے بتائے طریقہ کے مطابق اعمال ورسوم کی ادائیگی اور ممنوعات و محرمات سے بچنا شریعت ہے۔ یہ دینی تقاضے کے طور پر زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے۔ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔

کتاب و سنت اور عربی زبان واصطلاحات کے لغات کی روشنی میں دین کا یہ مفہوم و تصور سامنے آتا ہے۔ اس تعریف میں لازمی عقائد واعمال سب آجاتے ہیں۔ مذھب بھی اب اسی معنٰی میں استعمال ہونے لگا ہے۔

لیکن ان دونوں (دین ومذھب) میں تھوڑا فرق ہے۔

دین وہ ہوتا ہے جو پوری زندگی کے بارے میں رہنمائی کرے یعنی اس کے اندر عقائد، عبادات، رسومات، معاملات، سیاست اور معاشرت، الغرض دین وہ ہے کہ جس میں انفرادی واجتماعی زندگی کے بارے میں بدرجہ اتم رہنمائی موجود ہو۔

مذہب وہ ہوتا ہے کہ جس میں صرف انفرادی زندگی کے بارے میں رہنمائی موجود ہو یعنی اس میں صرف عقائد عبادات اور چند رسومات ہوتی ہیں۔

نفرت کے پروردہ جرائم کی بڑھتی تعداد

از: فردین احمد خاں فرؔدین رضوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جرائم کا بازار اس مادہ پرست دنیا میں گرم ہے، شاید ہی کوئی اس بات سے انکار کرے کہ یہ ہمارا بد عنوان معاشرہ ہی ہے جو در اصل جرائم کو پنپنے کی جگہ اور موقع فراہم کرتا ہے۔ اور پھر جب کوئی با عصمت شہری ان کا شکار ہو جاتا ہے تو جھوٹے آنسو رو کر اور بڑے ناز و نکھرے سے میں اس حرکت کو ''کنڈیم'' (مذمت) کرتا ہوں کہہ کر پلو جھاڑ لیتا ہے۔ جور و جفا کی آماجگاہ بنی یہ دنیا اور اس کے رہنے والے اتنے بے حس اور سنگ دل ہو چکے ہیں کہ انہیں اصلاًتب تک کسی کے جینے مرنے اور قبیح ترین جرائم کے ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا جب تک وہ بالواسطہ یا بلا واسطہ خود اس سے متاثر نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر جرائم کے متاثرین اور حوادث زدہ افراد کی جھولی میں اہل اقتدار کی مفت کی مذمت ہی آتی ہے اور اگر قسمت ساتھ نہ رہی تو یہ بھی نہیں ملتی۔

انصاف کی لیلیٰ کے پیچھے مجنوں بنے کتنے ایسے ہیں جو آپ کو کورٹ کچہری کے دروازے پر کھڑے مل جائیں گے، دل میں یہ آس لیے ہوے کہ ابھی وہ پیکر انصاف، عزت مآب، عالی جناب آئیں گے اور مجھے انصاف کی چادر اوڑھا کر میرے برہنہ بدن کو ڈھانک دیں گے۔ مگر ہائے افسوس! کہ اکثر

ایسا کچھ نہیں ہوتا اور وہ غریب اہل سماعت کی ہمدردی کی لالی پاپ منہ میں دبائے گھر کو لوٹ جاتا ہے۔ اور کرے بھی تو کیا بے چارہ، اس سماج میں یہ لکھا۔ پڑھی صاحبان ثروت ہی کے دولت کدے کی وظیفہ خوار ہے، جب چاہتے ہیں کام پر لگا دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں ایک لمبی چھٹی پر بھیج دیتے ہیں۔ پھر اگر یہ رنگا رنگ قسم کے کپڑے اور بدن پہ ستارے سجائے ہوئے حضرات بھی اپنا کام ٹھیک سے کریں تو کچھ دردِ آدم کا مداوا ہو مگر نہیں، ان کی وفاداریاں بھی ''فار سیل'' (فروختنی) ہوتی ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ، اقتدار کے نشے میں بدمست لوگوں کو ایک چاندی کا اگال دان بھی مل گیا ہے جسے چند کوڑیوں میں روڈ سے خریدا، اور جب چاہا مذمت کی پیک تھوک دی۔ لیجیے صاحب! فرض منصبی بھی بحسن وخوبی ادا کر دیا گیا! اور آپ خواہ مخواہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں انسانیت کا درد نہیں۔

جرم کے پیچھے اگر کوئی دماغی توازن سے عاری ننگ انسانیت ہو، یا کوئی پرلے درجے کا لچا، بدمعاش ہو تو پھر بھی لوگوں کو صبر آ جاتا ہے، مگر حیرت اور استعجاب کی پرواز خلا کو تب پار کر جاتی ہے جب یہی کام ایک عام شہری، ایک نوجوان لڑکا، ایک کام کاج کرنے والا شخص کر گزرتا ہے۔ اکثر لوگ جرائم پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، مجرم سے تو کچھ دلچسپی دکھا دیتے ہیں مگر اس کے اسباب و علل پر چند ہی کی نظر جاتی ہے، یہ اسباب ہر جرم میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر اسباب کی معرفت حاصل ہو گئی تو آئندہ کے جرموں پر بھی قدغن لگایا جا سکتا ہے۔

عالمی منظرنامے کا اگر عمیق جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سطح ذہن پر طلوع ہوگی کہ اس وقت کے جرائم میں ایک اچھی خاصی اور بڑھتی تعداد نفرت کے پروردہ جرائم کی ہے۔ جنہیں نفرت انگیز جرائم

بھی کہا جاتا ہے، وہ جرم جو کسی خاص قوم، نسل اور مذہب کے لوگوں کے خلاف انجام دیے جاتے ہیں۔ اس کی مثال ماضی بعید میں اڈولف ہٹلر کی یہودیوں کے خلاف دل دہلا دینے والی کاروائی اور تطہیر عرق (Ethnic Cleansing) کی تحریک تھی، جہاں سیکڑوں یہودی لقمہ اجل بنے، انہیں طرح۔ طرح کی اذیتیں دی گئیں اور ایک بڑے پیمانے پر قتل عام کیا گیا۔ ماضی قریب میں اس کی مثال مسلمانوں کے خلاف عالمی پیمانے پر ہونے والے سفاکی حملے ہیں جن میں بے گناہ مسلم خون بہایا جاتا ہے، بھارت میں ''ماب لنچنگ'' کے واقعات ہوں، یا مغربی ممالک میں اسلاموفوبیا کے تحت منظم نسل کشی، مساجد و مزارات پر بزدلانہ یلغار ہو یا شام و فلسطین میں عوام پر کیمیائی بمباری؛ غرض یہ کہ موجودہ وقت میں مسلمان خون سستا اور مثل پانی کے ہو چکا ہے عالمی برادری میں اس خون کی اب کوئی قیمت نہیں رہ گئی ہے۔ فقیر نے اس پر یہ قطعہ کہا تھا کہ،

چھوڑی ہے جب سے مردِ مسلماں نے رزم گاہ

انسانیت کی گور پہ مغرب ہے خندہ زن

ظلم و ستم، دَریغ کی آتش ہے ہر جہت

مسلم کا خون ہو گیا پانی کے ہم وزن [ب]

پھر اگر ان جرائم کے اسباب و علل کا جائزہ لیا جائے تو معلوم چلتا ہے کہ ان میں اہم ترین سبب ہے ''اسلام اور عربوں کے خلاف نفرت انگیزی''، جس پر فقیر ایک تحقیقی مقالہ بعنوان: **اسلامی ثقافت کے**

خلاف عالمی محاذ۔ تحریر کر چکا، اس میں اسباب و علل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ کیسے عوام کے قلوب میں اسلام اور عرب نسل کے لوگوں کا خوف نقش کیا جاتا ہے۔ خیر،

بات جرائم کی چل رہی تھی، تو عرض یہ کر رہا تھا کہ جب جرائم کوئی عام شخص اسی نفرت انگیزی کے زیر اثر آ کر یا شاونیت کے جذبات کے تحت کر گزرتا ہے تو وہ جرم بالکل بھی قابل فراموش نہیں رہتا، بلکہ ضرورت اس امر پر غور و فکر کی ہوتی ہے کہ وہ کون سی سازش اور معاشرے کے جسم پر پنپتا کون سا زہریلا پھپھولہ ہے جو اس جرم کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اس مضمون میں ہم انہی جرائم اور عالمی اداروں کی ذمہ داری پر گفتگو کریں گے۔ و باللہ التوفیق

تاریخ کے سیاہ ابواب:

دامن تاریخ ایسے سرخ و سیاہ داغوں سے بھرا پڑا ہے جہاں کسی ایک نسل کے خلاف محاذ آرائی کی گئی ہو، کسی ایک مذہب کے افراد کو نشانہ تشدد بنایا گیا ہو، منظم طور پر کسی ایک زبان یا رنگ کے اشخاص کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی گئی ہو۔ مگر یہ جتنی بھی تحریکات تھیں کسی ایک خطہ و علاقے تک محدود تھیں، کسی نے بھی ایک فکر اور نظریہ کا روپ نہیں لیا، لیکن آج جو ہم امت مسلمہ کے خلاف ظلم و ستم کی داستان دیکھ رہے ہیں یہ ایک عالمی فکر کا قالب اوڑھ کر ایک ہمہ گیر وائرس کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ امریکہ میں نو گیارہ حملے کے بعد مسلمانوں کو ملک کا دشمن گردانا جانے لگا اور شاونیت پرستوں کو مزید موقع ملا کے مسلمانوں کی چھوی کو مکمل طور پر سبوتاژ کر دیں، جگہ۔ جگہ ملک میں مسلم مخالف حملے کیے گیے اور کئی افراد، خواتین و بزرگوں کو بے گناہی کی سزائے موت سنائی گئی۔ یہاں تک کہ ایف۔ بی۔ آئی

کی رپورٹ کے مطابق سال گزشتہ کے مقابلے جہاں محض ۲۸ معاملات مسلم مخالف تشدد کے درج کیے گیے تھے سال ۲۰۰۱ء میں ایسے کل ۴۸۱/ معاملے درج کیے گیے[۱]۔ بعدہٗ، ہر سال یہ تعداد کبھی ۱۲۰/ سے نیچے نہیں آئی۔ یعنی یوں کہیں تو غلط نہ ہوگا کہ اس کے بعد مسلمانوں کے خلاف ظلم و تشدد امریکی معاشرے کے روز۔مرہ (Daily Norms) میں شامل ہوگیا!

پھر اگر ہندوستان کا جائزہ لیا جاے تو تصویر چنداں مختلف نہیں، ہاں تشدد کرنے والوں کے نام ضرور قدرے الگ ہوں گے مگر جیسے وہاں بندوق کے دوسرے کونے پر عبداللہ تھا یہاں بھی لاٹھی کے دوسرے کونے پر آپ کو کوئی نگار احمد، یا سلیم انصاری ہی ملے گا۔

اعداد و شمار کے اعتبار سے دیکھیں تو ہندتوا کے نظریہ کی حامی بی۔جے۔پی کے اقتدار میں آنے کے بعد ۲۰۱۵ء سے ۲۰۱۹ء تک درج شدہ معاملات میں سے ۱۱۳/ افراد داعی اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں، دادری کے محمد اخلاق (۲۰۱۵ء) سے لیکر الور کے پہلو خان (۲۰۱۷ء) ہریانہ کے حافظ جنید (۲۰۱۷ء) اور آسام کے شوکت علی تک (۲۰۱۹ء)[۲]۔ یہ تو وہ افراد ہیں جن کی سسکیاں عوامی حلقوں تک کسی طرح گرتی پڑتی پہنچ گئیں، مگر ان نامعلوم افراد کا کیا جن کی چیخیں در و دیوار سے ٹکرا کر دشت عدم میں گم ہو گئیں۔ یعنی متاثرین کی تعداد اس سے یقیناً کہیں زیادہ ہے۔ مطلب یہ کہ گنگا جمنی تہذیب والے بھارت میں بھی اب عوام کے دلوں میں کسی حد تک مسلم مخالف طاقتوں نے زہر گھول دیا ہے؛ اس قدر مسلمانوں پر جارحیت و بربریت کے پہاڑ ٹوٹنے کے باوجود دوسرے خیمے سے کوئی بھی انسان دوست

آواز بلند کرنے کو تیار نہیں، لگتا ہے اس دنیا میں اب خون بہانا قطعاً بجا ہے، جب تک کہ جس کا خون بہہ رہا ہو اس کے نام کے آگے محمد یا احمد لگا ہو۔

آپ کو یاد ہو گا کہ ۲۰۱۹ء میں نیو۔زیلینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں جمعہ مبارک کے دن، دو مساجد میں بے گناہ مصلیوں پر بے تحاشا گولیاں چلائی گئیں تھی، پچاس لوگ جاں بحق ہوے تھے اور پچاس زخمی، جن میں مرد و عورتیں و بچے حتی کہ بزرگ اور ائمہ مساجد بھی شامل تھے۔ حملہ آور، سفید فام نسل پرستی کے نشے میں بدمست ایک شخص تھا جس کے چہرے پر گرفتاری کے بعد ندامت کی قال و قیل نظر نہیں آرہی تھی۔ حکام نے اسے ملک کا سیاہ دن قرار دیا تھا[۳]۔

اس طرح کے متعدد واقعات تاریخ کے دامن میں سیاہ داغوں کی مانند موجود ہیں، جن سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ اس دنیا کی نظر میں مسلمان کا خون کتنا سستا اور اس کی جان کتنی بے قیمت ہو چکی ہے۔

حالیہ احوال:

قابل افسوس بات ہے کہ اس خوں ریز ماضی سے موجودہ حال کا عالم ذرا بھی مختلف نہیں، بلکہ مسلم مخالف سازشوں اور نفرت کے پروردہ جرائم میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ حال کے نہ گفتہ بہ حالات کا ایک سرسری جائزہ ملاحظہ فرمائیں۔

گزشتہ ماہ مئی میں فلسطینی غزہ کی پٹی میں، اسرائیلی فوج نے ایک زوردار حملہ کیا، جس میں تقریباً ۲۰۰ سے زائد بے گناہ فلسطینی شہری لقمہ اجل بنے جن میں ۶۰/نونہال تھے، یہی نہیں بلکہ کئی گھروں، املاک اور ذرائع ابلاغ کے دفاتر کو بھی بمباری کا نشانہ بنایا گیا۔ گو کہ فلسطینی عسکری گروہ نے بھی اس

حملے کا جواب اپنی طاقت بھر دیا اور بعد میں جنگ بندی کا اعلان بھی ہوا مگر فلسطینی مسلمانوں کا بڑے پیمانے پر جانی اور مالی نقصان ہو چکا تھا[۴]۔

ماہ رواں، ۱۶/جون ۲۰۲۱ء کو ایک فلسطینی طب کی طالبہ مائی افناح کو اسرائیلی عسکری نے گولی مار کر موت کے گھاٹ یہ کہہ کر اتار دیا کہ وہ فوجی اشخاص پر گاڑی چڑھا کر حملہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی[۵]۔ حیران کن بات ہے کہ ۲۹ سالہ نوجوان طالبہ کے من میں ایسے خیال کیوں کر آ سکتے ہیں؟ ہاں ممکن ہے کہ وہ کسی زخم رسیدہ کی مزاج پرسی کے لیے پہنچی ہو، جو کہ اس کی تعلیم کا ثمرہ اور مستقبل کا پیشہ تھا، جہاں اسے نشانہ تشدد بنایا گیا۔

دنیا کے دوسرے کونے میں کینیڈا مقیم ایک ہندوستانی مسلم خاندان پر ۷/جون ۲۰۲۱ء کو ٹرک چڑھا کر جارحانہ حملہ کیا گیا جس میں خاندان کے چار افراد دار فانی سے کوچ کر گیے اور ایک شدید طور پر زخمی ہوا۔ اس حملہ کے پیچھے پولیس کی تفتیش کے مطابق مسلم مخالف جذبات کارفرما تھے اور حملہ آور نے یہ جرم نفرت کے زیر اثر آ کر انجام دیا۔ اعلی حکام نے اس جرم کی پرزور مذمت کی اور حملہ آور کو گرفتار کر لیا گیا ہے[۶]۔ قابل غور ہے کہ کینیڈا کے پرائم منسٹر نے اس حملے کو دہشت گردی قرار دیا ہے جو کہ سزاوار ستائش ہے۔

ہندوستانی فضاؤں کا اگر جائزہ لیں تو، ۵/جون ۲۰۲۱ء کو اتر پردیش کے ایک مسلم بزرگ عبد الصمد سیفی کو چند حملہ آوروں نے اغوا کر لیا اور انہیں جنگل میں لے جا کر بے تحاشا مارا اور پیٹا، ان کے مطابق انہیں ہندو دھرم کے نعرے لگانے پر مجبور کیا گیا اور ان کی داڑھی قینچی سے کاٹ دی گئی اور

دوران مار پیٹ ان کے سر پر بندوق رکھ کر جان سے مارنے کی دھمکی بھی دی گئی۔ پولیس معاملے کی تفتیش میں لگی ہے اور ایک مجرم کو گرفتار بھی کر لیا گیا ہے، بعد میں پولیس نے اس واقعہ کا مذہب سے متعلق ہونے کا انکار کیا۔اور اسے باہمی رنجش کا معاملہ بتایا ہے[۷]۔

قارئین کرام! یہ تھا دنیا کا عالمی منظر نامہ ماضی اور حال کے آئینے میں، جس میں آپ بہت اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی، نسلی اور مذہبی امتیاز اور ظلم و بربریت کا بازار گرم ہے؛ اب ایک دوسری سمت آپ کی توجہ کا رخ موڑنا چاہوں گا ۔

اسلام مخالف عصبیت؛ایک زندہ حقیقت:

یہ تمام شواہد و واقعات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ اس دور میں مسلمانوں کے خلاف عالمی پیمانے پر انسانی معاشرے میں عصبیت اور امتیازی رویہ سرائت کر چکے ہیں، چاہے وہ برطانیہ ہو یا ہندوستان، فرانس ہو کہ امریکہ جہاں نظر ڈالیں مسلمانوں پر جبر و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں اور عالمی برادری خاموش تماشائی بنی دیکھ رہی ہے۔

مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز جذبات کی آمیزش معاشرے میں اتنی بڑھ چکی ہے کہ امسال ۴/مارچ کو اقوام متحدہ میں انسانی حقوق کے ایک ماہر جناب احمد شہید نے برطانیہ کی چند رپورٹوں کا حوالہ دیتے ہوئے، جن میں کہا گیا تھا کہ ۲۰۱۸ء اور ۱۹ء میں دس میں سے چار افراد مسلمانوں کے بارے میں منفی تاثرات رکھتے تھے، کہا کہ مسلم مخالف نفرت آمیزی اب وبائی تناسبات کی شکل اختیار کر چکی ہے[۸]۔

۱۷/مارچ/۲۰۲۱ء کو تنظیم تعاون اسلامی (او۔آئی۔سی) کے زیر اہتمام منعقد "اسلاموفوبیا سے مقابلے کا عالمی دن" میں خطاب کرتے ہوئے اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل انٹونیو گٹرس نے بھی اسی رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ تنوع دولت مندی ہے خطرہ نہیں، اور اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ مسلمانوں کے خلاف دنیا بھر میں شکوک، امتیازی رویہ اور کھلی نفرت وبا کی مانند پھیل رہی ہے[۹]۔

درج بالا حقائق، واقعات، اعداد و شمار، اخبار اور عالمی تنظیموں کے سربراہوں کے اعترافات سے یہ بات دوپہر کے آفتاب کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ عالمی پیمانے پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عصبیت، نفرت آمیزی، امتیازی رویہ، اور منظم تشدد کوئی قصہ کہانی کی باتیں نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے۔

ادارات حقوق انسانی اور حکومتوں کی ذمہ داریاں:

جب اس امر کی تحقیق شواہد کی روشنی میں تسلیم کرلی جائے کہ ہاں واقعی اس نام نہاد ترقی پسند اور آزاد دنیا میں آج بھی ایک خاص مذہب سے منسلک افراد کے خلاف دقیانوسی فکر کھلی ہوا میں سانس لے رہی ہے، تو ضروری ہے کہ انسانی حقوق کی محافظت کا دم بھرنے والے ادارے اپنے فرائض منصبی کا احساس کرتے ہوئے آگے آئیں اور اس کے خلاف آواز بلند کریں۔

آپ کو جان کر شاید حیرانی ہو کہ دنیا کے لگ بھگ ہر کونے میں انسانی حقوق کی حفاظت و صیانت کے لیے ایک ملکی ادارہ برائے حقوق انسانی موجود ہے، اور اس کا ایک عالمی رابطہ اور سرپرست ادارہ ہے جسے (گن۔ہری) یا ملکی ادارات برائے حقوق انسانی کا عالمی اتحاد بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کی ایک رپورٹ کے مطابق موجودہ وقت میں اس کے تحت ۱۱۷/ادارے کام کر رہے ہیں[۱۰]

اقوام متحدہ، ادارہ حقوق انسانی، تنظیم تعاون اسلامی، عالمی رابطہ اسلامی، اور گن۔ہری کے تحت یہ ۱۱۷/ادارے وغیرہ، سب اپنے طور پر کہیں مسلم تو کہیں انسانی حقوق کی حفاظت کا دم بھرتے ہیں، انہی اغراض و مقاصد کے تحت معرض وجود میں آے ہیں، مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس کے باوجود دنیامیں مسلم مخالف تشدد کا گراف روز نئ اونچائیوں کو چھورہاہے ۔

یہاں ہم بہت ادب کے ساتھ چند تجاویزان اداروں اور کچھ مثبت اقدامات و مشورے حکومتوں کے لیے پیش کرناچاہیں گے کہ جس سے مسلمانوں کی جانی،مالی اورانسانی حقوق کی حفاظت ہوسکے۔

☆تمام ممالک بالعموم اور جہاں یہ واقعات زیادہ پاے جاتے وہاں بالخصوص اسلام مخالف نفرت آمیزی اور عصبیت کے خلاف سخت قانون بناے جائیں اور جہاں پہلے سے ایسے قوانین ہیں انہیں مزید استحکام کے ساتھ نافذ کیاجاے ۔

☆ایسے حوادثات کے متاثرین کے لیے۔شکایتی دفتر۔(گریونس سیل) ملکی پیانے پر موجود ہوں جہاں سے متاثرین کوانسانی امداد فراہم کی جاسکے۔

☆امن اور محبت کے پیغام پر مبنی لٹریچر،کتب ورسائل کوفروغ دیاجاے تاکہ عوام کی مثبت ذہن سازی کی جاسکے اور نفرت وتعصب کے دُود کوسچ کااجالادور کرے۔

☆ ہر ایسے لکھاری، ٹی۔وی چینل، اور اخبار کو پہلے پہل وارننگ اور نہ ماننے پر شدید مالی جرمانہ اور پابندی لگائی جاے جو مذہبی امتیاز کوفروغ دیتاہو۔

☆ایسے افراد اور تنظیموں پر کڑی نظر رکھی جاے جو تشدد و انتہا پسندی کا بالواسطہ یا بلا واسطہ پر چار کرتے ہوں۔

☆انسان دوست مصنف حضرات، کالم نگار، ایڈیٹر حضرات اور خبر رساں اداروں کے مالکان ایسے مضامین مقالات اور تجزیوں سے اولاً تو خود پرہیز کریں جو کسی طرح کے امتیاز کو فروغ دیں اور اگر ان کے ساتھی ایسا کوئی مضمون لکھیں تو اسے کڑی نگاہ سے سنسر کر کے اور ہر طرح کے تعصب سے پاک کر کے نشر کیا جاے۔

☆مشہور مسلم افراد کو چاہیے کہ جہاں بھی پلیٹ فارم میسر آے وہاں سے عالمی امن کا پیغام ضرور دیں اور دیگر اقوام کو یہ تاثر دیں کہ وہ مسلمانوں کے خون اور جان کی اہمیت کو پہچانیں۔

اس قسم کی مثبت اور تعمیری تجاویز کو عملی جامہ پہنانے اور عالمی سطح پر عوام کی صحیح رہ نمائی کرنے سے مجھے امید ہے کہ کافی حد تک ظلم و ستم کے اس طوفان کو روکا اور اس کے ذریعے کیے گیے انسانی نقصان کو مختصر سے مختصر کیا جا سکتا ہے۔

نتیجہ کلام و اختتام بحث:

خاتمہ بحث پر چند باتیں ذہن میں ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہیں:

☆موجودہ وقت میں دنیا قبیح ترین جرائم کی آماج گاہ بنی ہوئی ہے جس کے لوگ بے حسی اور سنگ دلی کے شکار ہیں۔

☆ جرائم کا شکار افراد اور حوادث کے متاثرین اکثر عدل و انصاف سے محروم رہ جاتے ہیں جس کی وجہ متعلقہ اداروں اور افسران کی بدعنوانی ہے۔

☆اس وقت کے جرائم میں ایک اچھی خاصی اور بڑھتی تعداد نفرت کے پروردہ جرائم کی ہے۔

☆ماضی قریب میں اس کی مثال مسلمانوں کے خلاف عالمی پیمانے پر ہونے والے سفاکی حملے ہیں۔

☆ بھارت میں ماب لنچنگ کے معاملات، مغربی ممالک میں اسلاموفوبیا کے تحت منظم نسل کشی، مساجد و مزارات پر بزدلانہ یلغار اور شام و فلسطین میں عوام پر کیمیائی بمباری انہی جرائم کے عکوس ہیں۔

☆اس کا اہم ترین سبب ہے ''اسلام اور عربوں کے خلاف نفرت انگیزی''

☆تاریخی حقائق میں، نو گیارہ کے بعد امریکہ میں مسلمانوں کے خلاف تشدد، ۲۰۱۹ء میں نیو۔زیلینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں جارحانہ حملہ، بھارت میں منظم طریقے سے ماب لنچنگ میں ۱۱۳/افراد کی ہلاکت، اسی حقیقت کی منہ بولتی تصاویر ہیں۔

☆ حال کا جائزہ لیں تو اسرائیلی دہشت گردی، فلسطینی عوام کا قتل عام، بھارت میں مسلم بزرگ کے ساتھ بدسلوکی، کینیڈا میں مسلم خاندان کے خلاف نفرت انگیز حملہ وغیرہ زمینی شواہد ہیں۔

☆ یہ تمام شواہد اس بات کے گواہ ہیں کہ مسلمانوں کے خلاف عالمی پیمانے پر عصبیت اور امتیازی رویہ سرائت کر چکے ہیں۔

☆ضرورت وقت ہے کہ انسانی حقوق کے محافظ ادارے اپنے فرائض منصبی کا احساس کریں اور اس کے خلاف آواز بلند کریں۔

ان حقائق سے کسی حد تک شناسائی حاصل کرنے کے بعد، مجھے باوثوق امید ہے کہ قاری کے ذہن میں اس مقالے کا مقصد و منشا صاف ظاہر ہو گیا ہو گا۔ اور اس مسلم مخالف ضرب کاری کو روکنے کے لیے جو تدابیر بتائی گئیں ان سے بھی توقعات وسیع ہیں کہ وہ اپنے مقصد تخلیق کو بہ حسن و خوبی ادا کریں گی۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس آہ و فغاں سے کیا حاصل کہ قوم تو خواب خام میں سو رہی ہے، یہ خشک تحقیقات کون گوارا در مطالعہ کرے گا اور اس سے کتنا اثر بر آمد ہو گا؟ تو اس پر بھی فقط میرا اتنا ہی جواب ہو گا کہ

مجھے فطرت نوا پر پے بہ پے مجبور کرتی ہے

ابھی محفل میں ہے شاید کوئی درد آشنا باقی[ج]

اللہ تبارک و تعالی سے دعا ہے کہ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے امت کے لیے چشم کشا اور نفع رساں بنائے۔ آمین

مصادر و مراجع

[۱]۔ داولرڈ؛ آفیشل ویب سائٹ؛ مقالہ: مسلم مخالف جرائم کے اعداد؛ رابطہ لنک:

https://www.pri.org/stories/2016-09-12/data-hate-crimes-against-muslims-increased-after-911

[۲]۔ داکوینٹ؛ آفیشل ویب سائٹ: لنچستان؛ رابطہ لنک:

https://www.thequint.com/quintlab/lynching-in-india/

[۳]۔ بی۔ بی۔ سی نویز؛ مقالہ: کرائسٹ چرچ حملہ؛ رابطہ لنک:

https://www.bbc.com/news/world-asia-47582183

[۴]۔ کاؤنٹر کرنٹ؛ آفیشل ویب سائٹ؛ مقالہ فلسطین کے خلاف اسرائیلی حملے؛ رابطہ لنک:

https://countercurrents.org/2021/05/israels-attack-on-palestine-imperialist-designs/

[۵]۔ یاہو نیوز؛ آفیشل ویب سائٹ؛ مقالہ؛ فلسطینی خاتون کی گولی لگنے سے موت؛ رابطہ لنک:

https://in.news.yahoo.com/palestinian-woman-shot-dead-israeli-212848836.html

[۶]۔ سی۔ این۔ این؛ آفیشل ویب سائٹ؛ مقالہ: کینیڈا کے لندن میں مسلم مخالف حملہ؛ رابطہ لنک:

https://edition.cnn.com/2021/06/07/americas/canada-london-anti-islamic-attack/index.html

[۷]۔انڈیپنڈینٹ؛آفیشل ویب سائٹ؛مقالہ: مسلم بزرگ پر حملہ اور داڑھی موڈی گئ؛رابطہ لنک:

https://www.independent.co.uk/asia/india/ghaziabad-muslim-mob-hindu-slogans-b1865397.html

[۸]۔یواین نیوز؛اقوام متحدہ اخبار؛آفیشل ویب سائٹ؛خبر: مسلم مخالف نفرت؛رابطہ لنک:

https://news.un.org/en/story/2021/03/1086452

[۹]۔یواین نیوز؛اقوام متحدہ اخبار؛آفیشل ویب سائٹ؛؛رابطہ لنک:

https://news.un.org/en/story/2021/03/1087572

[۱۰]۔گن۔ہری؛آفیشل ویب سائٹ؛؛رابطہ لنک:

https://ganhri.org/membership/

اشعار

[ب]۔فردین احمد خاں فرؔدین رضوی؛قطعہ؛ مسلم کا خون۔

[ج]۔محمد اقبال،ڈاکٹر،بال جبریل،غزل،صفحہ 390۔

پیر پرستی سے اعلیٰ ہے قرآن وسنت سے دوستی

از: سبطین رضا محشر مصباحی

شریعت و طریقت دین کے ۲ رخ ہیں شریعت ارکان اسلام اور عقائد سے متعلق ہیں اور طریقت ان پر عمل کرنے سے عبارت ہے۔ شریعت دین کا ظاہری پہلو ہے طریقت دین کا باطنی پہلو ہے، شریعت و طریقت ایک دوسرے سے غیر ضرور ہیں مگر ایک دوسرے کی ضد نہیں۔ طریقت کی نسبت شریعت کے ساتھ ایسی ہے جیسی روح کی نسبت جسم کے ساتھ یعنی اسلام و ایمان کی طرح ایک دوسرے سے مربوط ہیں مگر طریقت بے شریعت مقبول نہیں۔ مثال کے طور پر اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں شرعی طہارت یہ ہے کہ بدن کو پاک کرلیں طریقت کی طہارت یہ ہے کہ دل کو تمام برائیوں سے پاک کرلیا جاے۔

قرونِ سابقہ میں طریقت کی کوئی خاص اصطلاح نہ تھی۔ البتہ دین اسلام ہی اصطلاح تھی۔ جب اصحابِ فقہ نے احکام کے درجات بتانے کی غرض سے اصطلاحات قائم کیں اسی وقت صوفیاے کرام نے بھی علمِ تصوف میں سلوک عہد کے درجات کو ظاہر کرنے کی غرض سے یہ لفظ مقرر کیے۔ مثلا شریعت عقائد اور ظاہری احکام کا نام ہے جیسے نماز روزہ حج اور طریقت ان پر عمل کرنے میں ریاضت اور مجاہدۂ نفس کرنا ہے۔ صوفیاے کرام اسی کے ذریعے ملت کے افراد کو ملت سے جوڑے رکھتے، عملی طور پر

ناشر: تحریک نظام مصطفیٰ

اسلامی رنگ وروغن پر ڈھالتے،اسی کے ذریعے صبر وشکر کا درسِ عمل دیتے، حرص وطمع سے لوگوں کو دور کرتے،لوگوں کے قلوب میں تقویٰ وطہارت کو ابھارتے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح صوفیاے کرام نے حلقہ میں بیعت وارشاد معروف بہ (پیر مریدی) کے نام سے ایک اصطلاح کی بنیاد ڈالی جس کا مقصد اطاعتِ شریعت کا عہد ہے لوگوں کی اصلاح ہے۔ لفظ "بیعت" عربی زبان کا لفظ ہے جو "بیع" سے نکلا ہے جس کا معنٰی سودا کرنے کے ہیں، اصطلاح میں کسی مقدس ہستی یا صالح بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے گناہوں سے تائب ہونے اور اس کی اطاعت کے اقرار کا نام بیعت ہے، درحقیقت مرید اپنی مرضی کو مرشدِ صالح کے ہاتھوں میں بیچ دیتا ہے جس کی وجہ سے اس عمل کو "بیعت" کہتے ہیں۔ یہ ایک دوطرفہ معاہدہ ہوتا ہے جس میں بیعت لینے والا (پیر یا مرشد) تمام نیک و جائز امور میں رہنمائی کا وعدہ کرتا ہے اور بیعت کرنے والا (مرید) نیک و جائز امور میں اس کی اطاعت و پیروی کا اقرار کرتا ہے۔ بیعت (پیری۔ مریدی) کا مقصد کسی مقدس وصالح ہستی کی رہنمائی سے بیعت کرنے والا (مرید) اللہ عزوجل اور اس کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراضگی والے کاموں سے بچتے ہوے فرمانِ رب العالمین کے مطابق اپنی زندگی کے شب وروز گزار سکے باالفاظ دیگر بیعت کا مقصد بندہ شریعتِ مطہرہ کا عامل، نماز روزوں کا پابند، باطنی تطہیر وروحانی پاکیزگی کا حامل ہو جاے۔

صحابۂ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بیعت کرنا ثابت ہے بنیادی طور پر بیعت کی چار قسمیں ہیں :(1)بیعتِ اسلام،(2)بیعتِ خلافت،(3)بیعتِ تقویٰ،(4)بیعتِ توبہ

آج کل کی بیعت توبہ یا تقویٰ کی بیعت ہے، اس بیعت کا ماخذ آنے والی آیت اور اس جیسی دوسری آیات ہیں، چناں چہ حدیبیہ کے مقام پر آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ببول کے ایک درخت کے نیچے بیعت لی اس کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں رب تعالیٰ فرمان ہے:

"لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ"

(سورۂ فتح، آیت:18)

یعنی بیشک اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیات رضوان اللہ علیھن اجمعین سے بیعت لی، یہ خواتین اسلام لا چکی تھیں اور مسلمان کی حیثیت سے بیعتِ توبہ و تقویٰ کر رہی تھیں۔ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

" یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

(سورۂ ممتحنہ، آیت:12)

اے نبی! جب مسلمان عورتیں تمہارے حضور اس بات پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل

کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان میں گھڑیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

احادیث مبارکہ میں بھی صحابۂ کرام سے بیعت کا تذکرہ ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ "بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لاَ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا، وَلاَ تَسْرِقُوا، وَلاَ تَزْنُوا، وَلاَ تَقْتُلُوا أَوْلاَدَكُمْ، وَلاَ تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلاَ تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللَّهُ، فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ، وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جب آپ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی فرمایا کہ مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے اور نہ عمداً کسی پر کوئی ناحق بہتان باندھو گے اور کسی بھی اچھی بات میں (اللہ کی) نافرمانی نہ کرو گے۔ جو کوئی تم میں (اس عہد کو) پورا کرے گا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے اور جو کوئی ان (بری باتوں) میں سے کسی کا ارتکاب کرے اور اسے دنیا میں (اسلامی قانون کے

تحت) سزا دے دی گئی تو یہ سزا اس کے (گناہوں کے) لیے بدلا ہو جائے گی اور جو کوئی ان میں سے کسی بات میں مبتلا ہو گیا اور اللہ نے اس کے (گناہ) کو چھپا لیا تو پھر اس کا (معاملہ) اللہ کے حوالہ ہے، اگر چاہے معاف کرے اور اگر چاہے سزا دیدے۔ (عبادہ کہتے ہیں کہ) پھر ہم سب نے ان (سب باتوں) پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی۔

(صحیح البخاري، کتاب الإیمان، باب علامة الإیمان حب الأنصار، جلد: 1، رقم حدیث: 18)

یہ بیعت اسلام قبول کر لینے کے بعد بیعت توبہ و تقویٰ کا بین ثبوت ہے۔ جس میں حضورِ اکرم ﷺ نے شرک باللہ سے توبہ کرنے کا عہد لیا، اخلاقی برائیوں سے بچنے اور اولاد کو قتل نہ کرنے کا وعدہ لیا بہتان سے بچنے کا بھی وعدہ لیا آپ نے اس بات پر بھی عہد لیا کہ ہر نیک کام میں ہمیشہ اطاعت کرنی ہو گی۔ اور یہی صوفیاے کرام اور مشائخِ عظام کی بیعت کی اصل اور بنیاد ہے کیوں کہ بزرگانِ دین کی بیعت کا مقصد یہی ہے کہ ایک مسلمان جو پہلے ہی اسلام کے دائرے میں داخل ہے وہ گناہوں سے توبہ کرے، ذکرِ الٰہی اور عبادت میں کمرِ ہمت باندھے، دنیاوی لذتوں سے کنارہ کش ہو کر رجوع الی اللہ کرے اور صبر اور ثابت قدمی سے روحانیت کی منزلیں طے کرے۔ یہ بیعتِ توبہ و تقویٰ مومنین میں دین میں ترقی کی غرض سے ہمیشہ اور ہر حال میں جاری رہی ہے۔

بیعت کا حکم یہ ہے کہ بیعت کرنا واجب و فرض نہیں بلکہ مستحسن و مستحب ہے۔ بیعت (مرید) کرنے سے مراد یہی ہوتا ہے کہ کسی مرشدِ کامل متبع سنت جامع شرائط پیر کے ہاتھوں پر اپنے گناہوں سے توبہ کرنا اور آئندہ اسی کی رہنمائی میں اطاعتِ شریعت کا عہد کرنا۔ مطلقاً بیعت (پیری۔ مریدی) نہ لازم و

ضروری ہے اور نہ بالکلیہ اس کی اہمیت وافادیت کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ پیر فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا معنٰی بزرگ، معمر، عمر رسیدہ شخص کے ہوتے ہیں یہ لفظ اصطلاحی طور پر دینی بزرگ، مرشد یا رہبر کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت وغیرہ، مذکورہ بالا معلومات پیر مریدی کے حوالے سے کافی ہیں۔

اب اصل موضوع یعنی پیر پرستی کی طرف آتے ہیں اس سے قبل کچھ باتیں قارئین حضرات کی نذر ہیں۔**اس تحریر کا مقصد تصوف وصوفیا یا حقیقی پیر ومشائخ کے خلاف لکھنا نہیں، ناچیز خود طریقت سمیت تصوف کا قائل ہے مگر مخالف ان جعلی پیروں کا ہوں جو بیعت (پیری۔ مریدی) جیسی چیز کو منفعت بخش کاروبار کے سوا کچھ نہیں سمجھتے۔اور مریدوں میں پیر پرستی کا رجحان اس قدر کہ شریعت پرست بننے کی کوئی قدر نہیں۔**

اسلاف کی تاریخ ہمیں بیعت ہونے کا دیوانہ بناتی ہے اسلاف پسند بناتی ہے پیر پسند بناتی ہے نہ کہ پیر پرستی یا اسلاف پسندی۔ برصغیر میں پیر پرستی اب تو ایک فیشن کے طور پر دیکھا جانے لگا ہے۔ یہ کہتے ہوے کہ یہ ہمارا پیر ہے وہ تمہارا پیر ہے وغیرہ، اس بلا میں اکثریت ملوث ہے۔ پیر پرستی کی انتہا کی ایک مثال اس طور پر سمجھ سکتے ہیں اگر سر درد ہو تو ڈاکٹر کی اجازت کے بغیر دوائی نہیں لیں گے لیکن طریقت وتصوف کی بات ہو تو پیر صاحب کے سامنے جا بیٹھتے ہیں۔ دراصل پیر پرستی ایک ایسا مرض ہے جو اندھا اور گونگا بنا دیتا ہے۔ اکثر اوقات اندھی محبت کی طرف لے جانے کا باعث بھی بنتی ہے۔ موجودہ وقت

میں پیر صاحب کے ہم زلف مریدین، فیض یافتہ معتقدین و محبین کے کچھ عملی تصاویر پیش خدمت ہیں جواندھی پیر پرستی میں زیادہ اور قرآن و سنت سے دوستی میں کم نظر آتے ہیں۔

(۱) ہمارے اسلاف کی زندگی کا تعلق زندگی کے ہر شعبے سے تھا۔ محتاج کی ضروریات کا تکفل، مظلوموں کی امداد، بے سہاروں کو سہارا، ضعیف کو سہارا اور حق کے متلاشی کو سیدھی راہ دکھانا، مریدین کا تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب وغیرہ، صوفیاے کرام کا کام یہ ہی ہوتا ہے کہ اللہ کی محبت ہر شئی پر غالب آجاے۔ مگر پیر پرستی کی نشے میں چور مریدین کو دیکھیں اگر کسی مصلح نے کسی بات کو کتاب و سنت کی روسے اصلاح کے لیے ہلکا اشارہ بھی کر دیا تو پیر صاحب کے حاشیہ برادر (مریدین) کی آواز صدا بن کر گونجتی ہے کہ آپ نے ایسی جسارت کیوں کی؟! اس جسارت کا حق آپ کو کس نے دیا؟! آپ بڑے گستاخ ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جب کہ مریدین حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ طریقت بلا شریعت مقبول نہیں۔

(۲) پیر پرست حضرات کا خطرناک رویہ یہ ہے کہ پیر صاحب کی خواہش و فرمائش کو واجب العمل سمجھتے ہیں۔ اس ذوق کا یہ عالم کہ جو کپڑا پیر صاحب پہنیں گے یا پسند فرماتے ہیں جملہ مریدین اسی ساز و رنگ میں ملبوس نظر آتے ہیں۔ خیر اس سے کوئی سروکار نہیں کہنے والی بات یہ ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جاے تو پیر صاحب کے مریدین مسجد کی صفوں میں نہیں مہمان نوازی کی تیاری میں مست رہتے ہیں ۔ شاید غائبانہ طور پر مکہ میں نماز پڑھتے ہوں گے، کاش کہ شریعت پرست بھی بن جاتے، پوچھنے پر

مریدین یہ جواب دیتے ہیں کہ پیر صاحب کے ناشتہ میں کلکتہ کا رس گلا پیکٹ سے نکال کر ٹیبل میں رکھنے میں مصروف تھے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسلافِ امت میں سلاسل، طریقت، تصوف، اولیا کی بیعت و ارادت کرنا ثابت ہے۔ مگر پیر پرست بن جانا یہ غیر ثابت اور غلط ہے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی۔ مگر ہمیں پیر پرست نہیں بلکہ پیر پسند کے ساتھ شریعت پسند بھی بننا ہے۔ جب کہ آج پیر پرست مریدین فوجِ ظفر کی طرح نظر آرہے ہیں۔ اسلافِ امت میں بیعت وارادت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کے اندر اللہ اور اس کے رسول کی محبت موجزن ہو کہ ہر عمل اللہ کے لیے ہو۔ اپنی مرضی رب کی مرضی پر ہو۔ اور مریدان سب پر عمل پیراں ہونے کے لیے ہمیشہ تیار ہوں کہ بیعت ہونے کا مقصد وصول الی اللہ بطریق سنت رسول اللہ ہے۔ اطاعتِ شریعت کے عہد کا نام ہے اور اسلام پورا کا پورا عمل کا نام ہے۔

ABOUT US:

All Praise is to Allah the Exalted! The revolutionary organization of Ahlus Sunnah wal Jama'ah "Tahreek Nizam e Mustafa" is constantly working for propagating the message of Ahlus Sunnah. And every work which it does is in the light of thoughts and views of Imam Ahmad Raza. It is an organization comprising of students from schools and colleges as well as seminaries (Madaris). The main aim of our organization is to preserve the beliefs of Ahlus Sunnah and the eradication of various ill practices in the society and regarding the same time and again various articles are published by us and along with it religious gatherings are organized. It is supplication to Allah the Exalted that he through the mediation of his Prophet (peace and blessings be upon him) blesses the members of this organization with true love of Islam and keeps them firm on the creed of Ahlus Sunnah wal Jama'ah and gives them success in their goals. Ameen.

Powered by:

TEHREEK NIZAM E MUSTFA

Visit: www.nizamemustafa.in

Contact us: +919675801762, +91720315389